مولانا ڈاکٹر سعید الرحمن اعظمی ندوی
شخصیت اور علمی وادبی خدمات

مرتب

محمد فرمان ندوی

(استاذ دار العلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ)

ناشر

فنار پاور پرائیویٹ لمیٹیڈ

ناصر الندوی

طبع چہارم

سنہ ۱۴۳۸ھ - سنہ ۲۰۱۷ء

نام کتاب	:	حضرت مولانا سعید الرحمن اعظمی۔ شخصیت اور علمی وادبی خدمات
نام مرتب	:	محمد فرمان ندوی
صفحات	:	۱۵۴
تعداد اشاعت	:	۵۰۰
کمپوزنگ	:	محمد اشرف زینؔ

باہتمام

محمد عبداللہ مخدومی ندوی

9839214572

mamndnu@gmail.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عن أبی ذر رضي الله عنه قال : قیل لرسول الله صلی الله علیه وسلم : أرأیت الرجل یعمل العمل من الخیر ویحمده الناس علیه، قال : تلك عاجل بشری المؤمن. (رواه مسلم : ٦٧٣١

حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا گیا: ایسے شخص کے بارے میں فرمایئے کہ جو نیک عمل کرتا ہے، اور اس کی وجہ سے لوگ اس کی تعریف کرتے ہیں (کیا اسے نیک عمل کرنے کا ثواب ملے گا؟ لوگوں کا اس کی تعریف کرنا ریاکاری میں تو داخل نہیں ہوگا) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ تو مؤمن کو جلد ملنے والی بشارت ہے۔ (مسلم شریف: ۶۷۲۱)

فہرست

دیباچہ طبع دوم	۹
پیش لفظ	۱۰

باب اول

مختصر تعارف

تعلیم	۱۳
علمی وانتظامی مشغولیات مرحلہ وار	۱۳
ایوارڈ برائے اعتراف علمی وادبی خدمات	۱۴
دعوتی اسفار	۱۵
تصنیفات	۱۶
عربی کتابیں	۱۶
اردو کتابیں	۱۶
عربی ترجمے	۱۷

باب دوم

چند عربی واردو تصنیفات وتالیفات: تعارف وتذکرہ

شعراء الرسول فی ضوء الواقع والقریض	مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ	۱۹
صور من واقع الدین	حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی	۲۰
الصحافۃ الاسلامیۃ سرأ تھا وتطورھا	حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی	۲۱
اسلامی ثقافت اور ندوۃ العلماء	حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی	۲۲
محاضرات فی فن التدریس	حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی	۲۵
اسوۂ حسنہ کے آئینہ میں	مولانا سعید الرحمن الأعظمی ندوی	۲۶

اسوۂ حسنہ: جذبہ ایمانی اور سرمایہ محبت کی علامت	مولانا عبداللہ عباس ندویؒ	۲۹
اسلام اور مغرب	پروفیسر وصی احمد صدیقی	۳۳
اسلامی ثقافت اور ندوۃ العلماء	مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندوی	۳۹
خطبات علم ودعوت	مولانا نذر الحفیظ ندوی	۴۲
اسلام اور مغرب ایک قابل قدر اضافہ	ڈاکٹر منظور عالم	۴۴
۴۸ رسال شفقتوں کے سائے میں	مولانا شمس الحق ندوی	۴۶
۴۸ رسال شفقتوں کے سائے میں	مولانا خالد سیف اللہ رحمانی	۴۹
۴۸ رسال شفقتوں کے سائے میں	ڈاکٹر مسعود الحسن عثمانی	۵۶
شخصیت کا مرقع اور جامع دستاویز	صحافی محمد راشد خان ندوی	۵۹
اسلامی ثقافت اور ندوۃ العلماء (۱)	مولانا عمیر الصدیق ندوی	۶۳
(۲)	مولانا عمیر الصدیق ندوی	۶۵
اسلامی ثقافت اور ندوۃ العلماء ایک تعارف	مولانا محمد ہاشم ندوی	۶۷
۴۸ رسال شفقتوں کے سائے میں	مولانا انعام قاسمی ندوی	۷۱
۴۸ رسال شفقتوں کے سائے میں	مفتی مسعود عزیزی ندوی	۷۳
حضرت مولانا شاہ ابرار الحق حقی ایک تذکرہ	مولانا امین الدین شجاع الدین	۷۷
محاضرات فی فن التدریس	مولانا نور عالم خلیل امینی ندوی	۸۰
قافلہ علم وادب	مولانا محمد علاء الدین ندوی	۸۱

باب سوم
توصیفی کلمات

آپ کے بغیر ہم ایک قدم آگے نہیں بڑھا سکتے	۸۹
عالمگیر ہمہ جہت اور لازوال خوبیوں کا حسین ودلکش پیکر	۹۱
البعث الاسلامی کی تحریریں برق بے اماں	۹۳
فکر ونظر، علم وعمل، فہم وفراست کا حسین سنگم	۹۷
وہ آئے گھر میں ہمارے، خدا کی قدرت ہے	۱۰۰

فکر ندوۃ العلماء کے ترجمان اور نسل نو کے عظیم معمار ۱۰۲
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا ۱۰۷

باب چہارم
منظوم تاثرات

میرا مخدوم وہ، میں اس کا خادم — مولانا رئیس الشاکری ندوی ۱۱۱
نازش عربی ادب حضرت سعید الاعظمی — مولانا ابو مسعود اظہر غوری ندوی ۱۱۳
خطابت اور امامت کا تو بس یکتائے کامل ہے — امجد سہارنپوری ۱۱۴
میں گناؤں تیری کیا کیا خوبیاں کیا کیا صفات — محی الدین احمد گلفام رامپوری ۱۱۶
سنت اسلاف کا تو ہے مجاہد پاسباں — راحت غازیپوری ۱۱۷
سعید الاعظمی کا ذکر ہے سارے زمانے میں — مولانا اکبر علی ندوی ۱۱۹

باب پنجم
مولانا چند علماء اور دانشوروں کی نظر میں

پروفیسر ملک زادہ منظور احمد ۱۲۱
ڈاکٹر منظور عالم ۱۲۲
ڈاکٹر انور جلال پوری ۱۲۵
ڈاکٹر سلطان شاکر ہاشمی ۱۲۶
رفعت احمد شید اصدیقی ۱۲۶
مولانا رئیس الشاکری ندوی ۱۲۷
مولانا طارق شفیق ندوی ۱۲۸
مولانا رحمت اللہ ندوی ۱۳۱
صحافی رضوان احمد فاروقی ۱۳۲

باب ششم

مولانا محترم کے چند ملفوظات اور بیان کردہ علمی واقعات

احساس ذمہ داری اور مقصدیت کی روح	۱۳۳
انسان جلد باز واقع ہوا ہے	۱۳۳
اسلامی عبادات اجتماعیت کا مظہر	۱۳۳
اللہ ہی خلاق عالم ہے	۱۳۴
عافیت سب سے بڑی نعمت	۱۳۴
معاملات کی خرابی کی وجہ غذا میں نزاہت کا نہ ہونا	۱۳۴
تعلیم کا مقصد تبلیغ	۱۳۴
کامیاب زندگی کے لئے دو شرطیں	۱۳۵
طلباء کے لئے دو رہنما اصول	۱۳۵
ائمہ مساجد کا مقام و مرتبہ	۱۳۵
تحدیث بالنعمۃ	۱۳۶
حد سے زیادہ قانونی ہونے کی خرابی	۱۳۶
تکبر دور کرنے کا علاج	۱۳۷
اللہ کی عبادت رزق کی ضامن	۱۳۸
سبھی مذاہب نے انسانیت کی تعلیم دی ہے	۱۳۸

محنت وکوشش کامیابی کی شاہ کلید ۱۳۹
سعید حلبیؒ کا واقعہ ۱۳۹
اہل اللہ کے یہاں دنیاداروں کا کیا درجہ ہوتا ہے ۱۴۰

باب ہفتم

مولانا مدظلہ سے متعلق مواد کتابوں میں ۱۴۱
یونیورسٹیوں میں لکھے جانے والے تحقیقی مقالات ۱۴۱
اردو وعربی خطوط کے چند نمونے ۱۴۲
پہلا نمونہ ۱۴۴
دوسرا نمونہ ۱۴۵
السيرة الذاتية ۱۴۶
دراسته ۱۴۶
حياته العلمية ۱۴۷
مؤلفاته ۱۴۸
رحلاته ۱۵۰
جوائز تقديرية ۱۵۰
مرتب کی کتابیں اور ترجمے ۱۵۳

دیباچہ طبع چہارم

الحمدللہ کفی و سلام علی عبادہ الذین اصطفی، أما بعد:

راقم کی زبان اللہ رب العزت کے تشکر و امتنان سے لبریز ہے کہ دسمبر ۲۰۱۲ء میں شائع ہونے والا یہ تعارفی رسالہ بہت مختصر مدت میں ختم ہو گیا۔ فللہ الحمد والشکر۔

شائقین کے اصرار اور دلچسپی کے پیش نظر مزید اضافوں کے ساتھ یہ رسالہ از سر نو مرتب کیا جا رہا ہے، مولانا مدظلہ العالی کی شخصیت ایسی ہے کہ اس پر مستقل کتاب تصنیف کرنے کی ضرورت ہے۔

لیکن سر دست کتابوں کے تبصرے اور علماء و دانشوران قوم و ملت کے گرانقدر تأثرات پر مشتمل یہ رسالہ شائع کیا جا رہا ہے۔ تاکہ ایک نظر میں شخصیت کی ہلکی جھلک سامنے آجائے۔

اللہ ان کو جزائے خیر سے نوازے۔ (آمین)

محمد فرمان ندوی

(استاذ دار العلوم ندوۃ العلماء)

۵/۶/۱۴۳۸ھ

۵/۳/۲۰۱۷ء

پیش لفظ

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین، محمد وعلی آلہ وأصحابہ أجمعین، أما بعد:

مخدوم گرامی قدر!

چمنستان مولانا محمد علی مونگیریؒ میں جن قابل قدر شخصیات نے نمایاں مقام حاصل کیا، ان میں آپ کا نام سنہرے حروف سے لکھا ہوا ہے، آپ کی ذات ایسی ہشت پہل ہے کہ بیک وقت آپ کامیاب استاذ، کہنہ مشق خطیب، مشہور صحافی، مایہ ناز و صاحب نظر عالم، ہر دلعزیز مصنف، ماہر ادیب اور صاحب دل داعی ہیں، آپ کی ذات فکر و عمل، حلم و متانت کا خوبصورت سنگم ہے، جہاں سے ہزاروں تشنگان علم نے طویل عرصہ سے سیرابی حاصل کی ہے، اور ہنوز یہ سلسلہ جاری ہے۔ آپ کی تصنیفات تنوع، بوقلمونی اور مواد کی کثرت سے ممتاز ہیں، آپ نے تصنیف و تالیف کا شغل عام مصنفین کی طرح نہیں رکھا، بلکہ وقت کی اہم ضرورت، اور زمانہ کے تقاضے کو پورا کیا ہے، جب ضرورت تھی کہ شعراء الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تعارف مفصل، مدلل اور جامع انداز میں کرایا جائے تو آپ کے قلم گہر بار سے ایسے لعل و گہر نکلے جو تاریخ کا جزء لاینفک بن گئے، حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے بجا فرمایا تھا: ''یہ کتاب تاریخ اور ادبی تنقید کا اہم نمونہ اور حقیقت کا عکس جمیل ہے'' آپ کی تقریباً تین درجن کتابیں اس بات کی شہادت کے لئے کافی ہیں کہ آپ کا قلم شاداب، نگاہ بلند، فکر ارجمند اور قلب دردمند ہے اور بقول شخصے: ''آپ کا اسلوب جاحظ کی استاذی، ابن المقفع کی سلاست، عبدالحمید کاتب کا نرالا پن، عبدالقاہر جرجانی کی بلاغت اور اپنے استاذ و مربی حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی کی پرسوز زبان کا حامل ہے''۔

ندوۃ العلماء کے بطل جلیل!

ندوۃ العلماء ایک طاقتور عالمی دعوتی، اصلاحی اور علمی تحریک ہے، اس نے سوا صدی قبل آنے والے فتنوں کا مقابلہ کرنے کا ایسا جامع نظام بنایا، جس کی افادیت پہلے سے زیادہ آج محسوس کی جارہی ہے۔ آپ اس منبع علم ومعرفت اور مرکز تعلیم وتربیت کے بہترین مربی، اور افراد ساز شخصیت ہیں۔ ہم شاگردوں کو اس کا اعتراف ہے کہ پابندیٔ وقت کے ساتھ جس طرح آپ نے علوم ومعارف کے دریا بہائے، اور تحقیق وتصنیف کا جو مزاج پیدا کیا، اظہار حق کا جو جذبہ دیا، ہماری زندگی کے کاموں میں استمرار ومداومت کی جو تخم ریزی آپ نے کی، تعلیم وتدریس اور انتظام وانصرام کو بحسن وخوبی انجام دینے کا جو نمونہ پیش کیا، وہ اس زمانہ میں نایاب نہیں تو کمیاب ضرور ہے، آپ نے ہر گام اور ہر موڑ پر (چاہے وہ الاصلاح کا اسٹیج ہو یا النادی کا، جمعہ کے خطبے ہوں یا درس کے حلقے) طلباء کو یہ نصیحت کی:

تو اگر با خبر اپنی حقیقت سے ہو　　　تیری سپہ انس وجن، تو ہے امیر جنود
معمار نسل نو!

ایک مفکر نے صحیح لکھا ہے کہ انسان یا تو اتنا لکھ جائے کہ اس کو پڑھا جائے، یا اتنا کام کر جائے کہ اس پر لکھا جائے۔ اس قول کے تناظر میں اگر ہم آپ کی دار العلوم ندوۃ العلماء میں ۶۰/ سالہ تدریسی زندگی پر نظر ڈالتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے اپنی زندگی کا ہر منٹ مفید سے مفید تر کاموں میں صرف کیا، تصنیفات کے علاوہ اگر البعث کے صرف اداریوں کا جائزہ لیا جائے تو اندازہ ہوگا کہ ۵۸ سال میں ۵۸۰ (پانچ سو اسی) اداریئے تحریر فرمائے اور اگر الرائد کے کلمۃ الرائد کا جائزہ لیا جائے تو ۵۴ سال میں ۱۲۹۶ (بارہ سو چھیانوے) کلمہ ہوں گے، واضح رہے کہ البعث کا ہر افتتاحیہ ۶ صفحے کا، اور الرائد کا ہر کلمہ بڑے ایک بڑے صفحے پر مشتمل ہوتا ہے۔ یہ صرف ندوہ کے دو عربی ترجمانوں کی بات ہے، ورنہ اردو میں دس سال تک تعمیر حیات کے مدیر معاون کی حیثیت سے، اور بعد میں متنوع موضوعات پر وقتاً فوقتاً

جومضامین شائع ہوئے وہ الگ ہیں، ندائے ملت، رضوان لکھنؤ، الجمعیۃ دہلی، کاروان ادب لکھنؤ وغیرہ میں آپ کے قیمتی مضامین ایک انصاف پرور مؤرخ کی نظروں سے کیسے اوجھل ہوسکتے ہیں، آپ کی ذات شاعر کے اس مصرع کی حقیقی مصداق ہے:

کہکشاں کی انجمن میں جیسے ہو ماہ تمام

اور یورپ میں جو کام اکیڈمیاں انجام دیتی ہیں اس کو برصغیر کا ایک فرد پورا کرتا ہے۔ گویا آپ اپنی ذات میں ایک انجمن ہیں، جس کے فیض یافتگان بے شمار ہیں۔

آپ کے ذاتی کمالات اور خصوصیات ایسی ہیں جن کے لئے ایک بڑی تصنیف درکار ہے، ان خصوصیات کو دیکھ کر بے ساختہ یہ شعر زبان پر آتا ہے

يا سعيد الأعظمي أنت تسري في دمي

حضرت مولانا سید عبدالحی حسنی تدریسی ایوارڈ (منعقدہ پروگرام منجانب عالمی تنظیم ابنائے ندوہ کٹولی لکھنؤ ۲۰۱۲ء) کے لئے آپ کی شخصیت ہر اعتبار سے موزوں اور مناسب ہے۔ من لم يشكر الناس لم يشكر الله۔

نوٹ: مولانا محترم کی علمی اور ادبی خدمات کے اجمالی تعارف کے لئے اس کتابچہ کو مرتب کیا جارہا ہے، نئی نسل کو آپ کی شخصیت میں بے شمار قابل تقلید نمونہ ملیں گے، امید ہے کہ یہ حقیر سی کوشش بتوفیق الٰہی مفید ہوگی۔

مولانا مدظلہ کا اجمالی تعارفی خاکہ پہلے آٹھ صفحے میں مرتب کیا گیا تھا، اب ۸۰ سے زائد صفحات میں قدرے تفصیل کے ساتھ پیش کرنے کی سعادت حاصل ہورہی ہے، اس مجموعہ کی طباعت کی پوری ذمہ داری برادرم مولانا مناظر الاسلام حسنی ندوی (ناظم جامعہ اُم الخیر نسواں، ستارہ کالونی دوبگا و جنرل سکریٹری مروہ ایجوکیشنل فاؤنڈیشن لکھنؤ) نے لی، ہم ان کے مشکور ہیں، اس سے پہلے بھی وہ اجمالی خاکہ اپنے فاؤنڈیشن سے شائع کرچکے ہیں، اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں۔

۲۰/۱/۱۴۳۴ھ

مطابق ۵/۱۲/۲۰۱۲ء

محمد فرمان ندوی

استاذ دارالعلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ

باب اول

مختصر تعارف

نام: مولانا ڈاکٹر سعید الرحمن الاعظمی ندوی

ولدیت: حضرت مولانا محمد ایوب اعظمیؒ (شیخ الحدیث جامعہ تعلیم الدین ڈابھیل گجرات)

تاریخ ولادت: ۱۴/ مئی ۱۹۳۴ء

تعلیم

عالمیت وفضیلت جامعہ مفتاح العلوم مئو

تخصص ادب وتکمیل ادب دار العلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ

زیر تربیت مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ

تدریب کلیۃ المعلمین بغداد یونیورسٹی، عراق زیر تربیت علامہ محمد تقی الدین ہلالی مراکشیؒ

ڈاکٹریٹ برعنوان: "شعراء الرسول فی ضوء الواقع والقریض"

زیر نگرانی حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی دامت برکاتہم

علمی وانتظامی مشغولیات مرحلہ وار:

استاذ دار العلوم ندوۃ العلماء ۱۹۵۵ء تا حال

شریک ادارت بوقت اجراء ماہنامہ "البعث الاسلامی" ۱۹۵۵ء

شریک ادارت بوقت اجراء پندرہ روزہ ماہنامہ "الرائد" ۱۹۵۹ء

چیف ایڈیٹر ماہنامہ "البعث الاسلامی" ندوۃ العلماء ۱۹۷۹ء
نائب نگران اعلیٰ پندرہ روزہ "الرائد" ندوۃ العلماء
مشرف اداری دار العلوم ندوۃ العلماء ۱۹۹۱ء تا ۱۹۹۳ء
صدر شعبہ عربی دار العلوم ندوۃ العلماء ۱۹۹۳ء تا ۱۹۹۹ء
مہتمم دار العلوم ندوۃ العلماء ۲۰۰۰ء تا حال
ممبر تاسیسی عالمی رابطہ ادب اسلامی ۱۹۸۴ء
نائب صدر دینی وتعلیمی کونسل اتر پردیش
بانی وچانسلر انٹیگرل یونیورسٹی، لکھنؤ
ناظم اعلیٰ معہد الفردوس الرحمانی دوبگا، لکھنؤ
سرپرست جامعۃ المؤمنات الاسلامیۃ، دوبگا، لکھنؤ
مشرف الجامعہ جامعہ ام الخیر نسواں (دار الیتامیٰ) ہردوئی روڈ، لکھنؤ
امام وخطیب جامع مسجد ندوۃ العلماء
رکن آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ
رکن دار المصنفین، اعظم گڑھ

ایوارڈ برائے اعتراف علمی وادبی خدمات:

صدر جمہوریہ ایوارڈ برائے عربی زبان وادب ۱۹۹۴ء
مولانا محمد احمد پرتاپگڑھی ایوارڈ لکھنؤ ۱۹۹۸ء
ہارون رشید عتیق میموریل ایوارڈ لکھنؤ ۲۰۰۱ء
نیشنل ایوارڈ برائے ادب لکھنؤ ۱۹۹۸ء

محدث جلیل مولانا حبیب الرحمٰن اعظمیؒ ایوارڈ لکھنؤ ۲۰۰۶ء

مولانا عبدالمجید فرنگی محلی ایوارڈ برائے تعلیم منجانب اسلامک سینٹر آف انڈیا لکھنؤ

موٴسسۃ زائد بن سلطان آل نھیان دہلی ۲۰۰۸ء

مولانا ابوالحسن علی حسنی ندوی ایوارڈ منجانب اسلامک سوشل اینڈ کلچرل فورم ممبئی ۲۰۰۷ء

تعلیمی ایوارڈ منجانب جامعہ نداء الصالحات، مظفر نگر ۲۰۰۷ء

سرسید تعلیمی ایوارڈ منجانب اتحاد ماڈل اسکول لکھنؤ

مولانا محمد احمد پرتاپگڑھی ایوارڈ برائے عربی صحافت ۱۴/ فروری ۲۰۱۱ء

فخر ملت ایوارڈ منجانب ماہنامہ چوتھی دنیا لکھنؤ ۲۰۱۰ء

علامہ سید سلیمان ندوی صحافتی ایوارڈ منجانب مروہ فاؤنڈیشن لکھنؤ ۲۰۱۱ء

علامہ عبدالحی تعلیمی ایوارڈ برائے عالمی تنظیم ابنائے ندوہ ۲۰۱۳ء

لائف ٹائم اچیومنٹ منجانب او آئی ایس دہلی ۲۰۱۳ء

مولانا آزاد تعلیمی ایوارڈ منجانب آزاد میموریل اکادمی لکھنؤ ۲۰۱۴ء

علامہ ڈاکٹر تقی الدین ہلالی ایوارڈ، منجانب علامہ ابوالحسن علی حسنی فاؤنڈیشن مظفر پور ۲۰۱۴ء

دعوتی اسفار

سعودی عرب، مصر، عرب امارات، کویت

پاکستان، نیپال، سنگاپور، ترکی، لندن

بنگلہ دیش، فیجی، آسٹریلیا، برطانیہ

عمان، شام، عراق، قطر، جنوبی افریقہ وغیرہ

تصنیفات

عربی کتابیں

شعراء الرسول فی ضوء الواقع و القریض (متعدد ایڈیشن، انڈیا، بیروت، دبئی)

الدعوة الإسلامية: منجزات، مشكلات، طرق المعالجة۔

ساعة مع العارفين۔ (دو حصے)

صور من واقع الدين

محدث الهند الكبير حبيب الرحمٰن الأعظمی

ندوة العلماء توجه التحديالكبير

الإمام أحمد بن عرفان الشهيد

الصحافة العربية: نشأتها وتطورها

حضارتنا وحضارتهم (على قيد الطبع)

الأدب و الإسلام (على قيد الطبع)

محاضرات فی فن التدريس

اردو کتابیں

اسوۂ حسنہ کے آئینہ میں (جدید و معیاری ایڈیشن)

اسلام اور مغرب

علم التصریف

تذکرہ اہل دل

اسلامی ثقافت اور ندوۃ العلماء (جدید معیاری ایڈیشن)

حضرت مولانا ابرار الحق حقی رحمۃ اللہ علیہ: ایک تذکرہ

حضرت مولانا امداد اللہ مہاجر مکیؒ اور ان کے نامور خلفاء

۴۸/سال شفقتوں کے سایہ میں

تذکرہ مولانا حکیم عزیز الرحمن اعظمی

خطبات علم و دعوت

عربی ترجمے

أسباب سعادة المسلمين و شقائهم

الحافظ ابن تيمية رحمه الله (رجال الفكر و الدعوة للعلامة الندوى)

منهج الدعوة في الإسلام

صورتان متضادتان

القرن الخامس عشر

توزيع الثروة في الإسلام

القرآن يتحدث إليكم

أسبوعان في تركيا

باب دوم

عربی و اردو تصنیفات و تالیفات

تعارف و تذکرہ

شعراء الرسول فی ضوء الواقع والقریض

تاریخ اورادبی تنقید کا ایک نمونہ

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ

اللہ تعالیٰ نے محترم مولانا سعید الرحمن اعظمی ندوی استاذ ادب عربی اور چیف ایڈیٹر ماہنامہ البعث الاسلامی کو "شعراء الرسول فی ضوء الواقع والقریض" کے نام سے تالیف کرنے کی توفیق عطا فرمائی، مؤلف نے شعرائے اسلام کے شعری مقام و مرتبہ کا تاریخی و تنقیدی جائزہ لیا ہے، اور اس میں انصاف پسند مؤرخ کا کردار ادا کیا ہے۔

یہ کتاب تاریخ اور ادبی تنقید کا ایک نمونہ اور حقیقت کا عکس جمیل ہے، کتاب کے مراجع کی ایک طویل فہرست ہے، جس سے مؤلف کی کدوکاوش اور جدوجہد کا صحیح اندازہ ہوتا ہے، اس عظیم الشان علمی خدمت کا سب سے کم اعتراف یہ ہے کہ اس پر مؤلف کو ڈاکٹریٹ کی ڈگری تفویض کی جائے۔

صور من واقع الدين

(دین کی چند نقوش)

حضرت مولانا محمد رابع حسنی ندوی دامت برکاتہم

مولانا سعید الرحمٰن اعظمی ندوی کا زمانۂ ادارت ماشاء اللہ بہت طویل اور تحریر وکتابت سے بھرپور ہے، وہ مسلسل مسلم نوجوان کو صحیح اسلامی فکر سے روشناس کراتے ہیں، ان کا قلم طرز ادا اور اسلوب کے لحاظ سے بہت ممتاز ہے، ان کے لکھے ہوئے بعض افتتاحیے اسلامی بیداری اور دینی شعائر پر تھے، جو بہت پرتاثیر اور مواد سے لبریز تھے۔

مولانا سعید الرحمٰن اعظمی کے محبین نے انہیں مضامین کو کتابی شکل میں مرتب کیا، تاکہ ان کا نفع عام وتام ہو، مجھے امید ہے کہ یہ کتاب مسلمانوں کو دین واسلامی ثقافت کی طرف لانے میں نمایاں کردار ادا کرے گی۔

الصحافة الاسلامية: نشأتها وتطورها

حضرت مولانا محمد رابع حسنی ندوی دامت برکاتہم

ابنائے ندوہ نے صحافت کے میدان میں جنگ عظیم دوم کے بعد دوبارہ حصہ لیا، ان میں نمایاں نام مولانا محمد الحسنیؒ کا ہے، ان کے رفیق مولانا سعید الرحمٰن اعظمی تھے، انہوں نے ایک طرف البعث الاسلامی کو پوری آب وتاب کے ساتھ نکالا، دوسری طرف اردو زبان میں ماہنامہ تعمیر حیات ندوۃ العلماء کو مجلس صحافت کی طرف سے جاری کیا، مولانا محمد الحسنیؒ کے انتقال کے بعد مولانا سعید الرحمن اعظمی صاحب کی ادارت میں البعث الاسلامی جاری ہے، اوران کے شریک کار مولانا سید واضح رشید حسنی ندوی ہیں۔ان دونوں ایڈیٹروں کی مخلصانہ کوششوں سے پرچہ نے عربوں کے درمیان مقبولیت حاصل کر لی، اور ندوۃ العلماء کی اسلامی فکر کے ترجمان کی حیثیت سے سوئے منزل رواں ہے۔

مولانا سعید الرحمن اعظمی کو صحافتی میدان کا وسیع تجربہ ہے، اوراس موضوع میں ان کو فنی اختصاص بھی حاصل ہے، ان کے محبین نے ان تجربات کو قلمبند کر کے کتابی شکل میں مرتب کرنے کا مشورہ دیا، الحمد للہ انہوں نے بحسن وخوبی اس کام کو انجام دیا، اور زمانہ قدیم سے لے کر حال تک شائع ہونیوالے پرچوں، اور تحقیقی مجلات کا جائزہ پیش کر دیا ہے، ان کا یہ کام اپنے موضوع پر انسائیکلو پیڈیا کا درجہ رکھتا ہے۔

اسلامی ثقافت اور ندوۃ العلماء

حضرت مولانا محمد رابع حسنی ندوی دامت برکاتہم

الحمد لله رب العالمین والصلاة والسلام علی سید المرسلین وخاتم النبیین سیدنا محمد الصادق الأمین وعلی اٰله وصحبه أجمعین، أما بعد:

ندوۃ العلماء کا قیام اسلامی تعلیمی وتربیتی تحریک کی حیثیت سے آج سے سوا سو سال قبل ۱۳۱۱ھ میں عمل میں آیا تھا، اُس وقت کے حالات دیکھ کر اُس وقت کے مستند علمائے دین اور مسلم دانشور حضرات کو یہ احساس ہوا تھا کہ مغربی استعمار کے سیاسی وحکومتی غلبہ سے مسلمانوں میں احساس شکست وناکامی کی صورت میں مسلمانوں کی سیاسی وحکومتی شکست کے ساتھ ان کے دینی علوم اور اسلامی ثقافت کو بھی خطرہ پیش آ گیا ہے، اس میں مسلمانوں کو سیاسی وحکومتی سطح پر تدارک واصلاح کی صورت تو بہت دشوار ہوگئی ہے، لیکن تعلیمی اور تربیتی سطح پر تدارک کا موقع ابھی ہاتھ سے نہیں گیا ہے، چنانچہ ملک کی صاحب اثر ورسوخ اور دینی وملی درد رکھنے والی شخصیتوں نے جن کا ملت کے مختلف مکاتب فکر سے تعلق تھا اپنے اپنے طور پر تعلیم وتربیت گاہوں کے قیام کا راستہ اختیار کرنے کی کوششیں کیں، اسی ضمن میں پھر دینی علوم کو بچانے اور قائم رکھنے کی بھی فکر کی، اسی سلسلہ میں علوم دینیہ کی تعلیم کے ساتھ اجتماعی زندگی سے گہرا تعلق رکھنے والے علوم سے بھی واقف کرانے کی ضرورت بھی محسوس کی، تاکہ ملت اسلامیہ کی دینی وثقافتی خصوصیات کی بھی حفاظت کی جا سکے، اسی کے ساتھ مسلمانوں میں جو گروہ بندیاں اور مصلحتی ٹکراؤ ہے اس کو دور کرنے کی کوشش کی جائے، اور پوری امت اسلامیہ اپنی ملی وحدت

قائم رکھ سکے، اس کوشش کے لئے ندوۃ العلماء کا قیام عمل میں لایا گیا تھا، اور تعلیم وتربیت کے لئے ایک تعلیم گاہ دارالعلوم کے نام سے لکھنؤ ہی میں قائم کی گئی، جسے دارالعلوم ندوۃ العلماء کہتے ہیں، گذشتہ سواسوسالہ مدت میں ندوۃ العلماء نے اپنے اس مقصد کے حصول کے لئے ممکنہ حد تک کام انجام دیا، دینی علوم کو پوری طرح قائم رکھتے ہوئے نصاب تعلیم میں ضروری اجتماعی مضامین داخل کئے، اور خطرات سے واقف کرانے کے لئے جن معلومات کی ضرورت ہے ان سے واقف کرانے کا بھی انتظام کیا۔

انسان کی اجتماعی زندگی متنوع پہلو رکھتی ہے، اس میں علم کے ساتھ ثقافت کا بھی پہلو آتا ہے، یہ پہلو زندگی گذارنے کے طریقے اور سلیقے سے وابستہ پہلو ہے، ثقافت کا پہلو وقت کے تقاضوں اور انسانی رجحانات اور ذوق سے تعلق رکھتا ہے، جو حالات کے بدلنے اور علاقوں کے فرق سے ایک دوسرے سے فرق رکھتا ہے، ثقافت کا تعلق علم سے اور ذوق سے دونوں سے ہوتا ہے، اس میں علمی معلومات، حسن ذوق، زبان وادب اور زندگی کے طرز عمل جیسی خصوصیات ہوتی ہیں، زندگی گذارنے کے لئے جن امور کی ضرورت ہے ان سے واقفیت اور ان کا خیال رکھنے کی ضرورت ہوتی ہے، چنانچہ ندوۃ العلماء سے فائدہ اٹھانے والوں میں علم کے ساتھ اجتماعی زندگی کے ضروری تقاضوں سے واقفیت کے پہلو نمایاں ہوتے ہیں۔

دارالعلوم ندوۃ العلماء کے مہتمم مولانا ڈاکٹر سعید الرحمن اعظمی ندوی صاحب جو ندوۃ العلماء کے عربی ترجمان مجلۃ البعث الاسلامی کے رئیس التحریر اور متعدد اہم اور وقیع کتابوں کے مصنف بھی ہیں، ندوۃ العلماء میں تقریباً ساٹھ سال سے تعلیم کے لئے اپنی آمد کے وقت سے اس وقت تک تعلیمی وانتظامی معاملات سے گذرنے کی وجہ سے ندوۃ العلماء اور اس کی کارگذاری سے اچھی واقفیت کے حامل ہیں، اس لئے ان کی یہ کتاب ''اسلامی ثقافت اور ندوۃ العلماء'' کئی حیثیتوں سے اہم اور وقیع کتاب بن گئی ہے۔

پیش نظر کتاب ایک سمینار میں پیش کئے گئے ان کے مقالات اور بعض دوسرے مضامین جو انہوں نے مختلف موقعوں پر لکھے تھے کا ایک اچھے انداز میں پیش کیا گیا مجموعہ

ہے، جیسا کہ مصنف نے بھی اپنے پیش لفظ میں وضاحت کی ہے، وہ رقم طراز ہیں :

''پیش نظر کتاب ''اسلامی ثقافت اور ندوۃ العلماء'' کے نام سے موسوم ہے، اس کے لکھنے کی تقریب یہ ہے کہ رابطہ عالم اسلامی نے ۱۹۸۷ء میں دار العلوم ندوۃ العلماء کے احاطہ میں علماء، دعاۃ اور ائمہ کی تربیت کے لئے ایک تدریبی کیمپ کا اہتمام کیا۔ اس موقع پر متعدد اساتذۂ دار العلوم کو مختلف موضوعات پر اپنے خیالات پیش کرنے کا موقع ملا، راقم کو بھی ''اسلامی ثقافت'' کے عنوان سے چار قسم کے موضوعات پر اپنے خیالات کے اظہار کا تدریبی جلسوں میں موقع ملا، بعض احباب کے اصرار پر اس کی طباعت کا جب خیال آیا تو موضوع کی مناسبت سے ابھی حال میں لکھا ہوا ایک مضمون بعنوان ''اسلامی ثقافت کا سرچشمہ: قرآن کریم اور ندوۃ العلماء کا اس کے ساتھ خاص اعتناء'' بھی اس میں شامل کر دیا گیا اور نحو وصرف کی تدریس پر لکھا ہوا ایک مضمون نیز بلاغت : نظریہ اور فن، اور اسلامی ادب اور کچھ غیر اسلامی نظریئے اس کتاب میں شامل کرنا مناسب سمجھا گیا اور اسی کے ساتھ ندوۃ العلماء کی تحریک، اس کے اعلی مقاصد وضرورت اور اس کے مؤسسین اور اس کے اساطین علماء کا ذکر کرنا بھی ضروری معلوم ہوا''۔

ان مقالات ومضامین کے جمع کرنے میں عزیزی مولوی محمد فرمان ندوی (استاذ دار العلوم ندوۃ العلماء) سے انہوں نے تعاون لیا، اور اس طریقے سے مضامین ومقالات کا یہ مجموعہ، کتاب کے طبع جدید میں کچھ مزید اضافوں کے ساتھ قارئین کے سامنے ہے، اور ندوۃ العلماء کی تحریک، اس کے مقاصد اور اس کے کاموں کو سمجھنے کے لئے ایک اچھی پیش کش ہے، اس سے ندوۃ العلماء اور اسلامی ثقافت کی اہمیت اور کاموں کی وضاحت سامنے آتی ہے اور انشاء اللہ یہ سبھی کے لئے ایک معلومات افزا اور مفید پیش کش ثابت ہوگی۔

اللہ تعالی نافع بنائے اور مبارک وقبول فرمائے۔ آمین

محاضرات فی فن التدریس

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

عالم وادیب اور کامیاب استاذ مولانا ڈاکٹر سعید الرحمن اعظمی ندوی کی یہ کتاب بیسویں صدی عیسویں کی آٹھویں دہائی میں دار العلوم ندوۃ العلماء کے کلیۃ التربیۃ میں دیئے گئے محاضرات کا مجموعہ ہے، ان کے ذمہ تعلیم وتدریس کا موضوع سپرد کیا گیا تھا، تو انہوں یہ محاضرات دئے، دار العلوم ندوۃ العلماء میں شروع ہی سے مولانا تدریس سے وابستہ رہے، وہ اس میدان کا خاص تجربہ رکھتے ہیں۔ مزید یہ کہ انہوں نے اس موضوع کو متخصصین کی کتابوں کی روشنی میں پڑھا ہے۔

محاضرات کا یہ مجموعہ مفید اور رہنما اصولوں پر مشتمل ہے۔

تقبل الله من الشيخ سعيد الأعظمي هذا العمل۔

وجعله نافعا لمن يهمه هذا الموضوع۔

(۱۴۳۵/۶/۲۴)

عرض حال

اسوۂ حسنہ کے آئینہ میں

از: مولانا سعید الرحمن الأعظمی ندوی

الحمدللہ و کفی و سلام علی عبادہ الذین اصطفی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ اور حیات مبارکہ کے کسی واقعے یا کسی قول کو زبان سے بیان کرنا، یا قلم کے ذریعے احاطۂ تحریر میں لانا ایک عظیم سعادت ہے۔ امت کے علماء اور مؤرخین نے اپنے اپنے زمانے میں اور اپنے علمی ذوق کے مطابق کسی نہ کسی انداز میں نبیٔ آخرالزماں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے تعلق کا اظہار کیا ہے۔ اہل زبان نے تقریروں اور بیانات کے ذریعہ سیرت طیبہ کے واقعات پیش کئے ہیں اور اہل قلم نے مبسوط و مفصل یا مختصر اور منتخب حالات پر کتابیں لکھی ہیں۔ اہل درس و تدریس نے احادیث کی کتابوں پر بحث کے دوران آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و اعمال اور ارشادات و اشارات کو تحقیق و مطالعے کی روشنی میں پیش کر کے اسلامی کتب خانے میں مزید اضافہ کیا ہے۔ یہ عمل اسلامی تاریخ کی ابتدا سے آج تک تسلسل کے ساتھ قائم رہا ہے اور تا قیامت جاری رہے گا۔ ہر شخص نے اپنی استعداد اور اپنے امتیاز کے مطابق اس عطر بیز سیرت اور اس کی روح پرور خوشبو سے مشام جاں معطر کیا ہے۔ شاعروں نے مدحیہ قصائد اور نعتیہ کلام کا تحفہ امت کو پیش کیا ہے۔ انشا پردازوں نے اپنے خاص اسلوب میں ان

خوشبوؤں کو پھیلایا ہے، اور سیرت نگاروں نے اس پاکیزہ زندگی کے تمام جزئیات وکلیات تفصیل کے ساتھ ضخیم جلدوں میں بیان کیا ہے۔ اور اسوۂ حسنہ کی نہایت دل کش انداز اور تاریخی حقائق کی روشنی میں تعریف وتشریح کی ہے، اور "لقد كان لكم في رسول الله أسوة حسنة" کے مفہوم کو خوبصورت اور مؤثر انداز میں امت کے سامنے پیش کیا ہے، اور یہ ثابت کیا ہے کہ یہی وہ اسوۂ حسنہ ہے جس کی چمک دار اور طاقت ور روشنی مسلمانوں کی زندگی کے تمام گوشے کو ہمہ دم منور رکھتی ہے، اور زمان ومکان کے اختلاف کے باوجود اس کے دریائے جود وسخا میں کبھی کوئی کمی نہیں آتی۔

ابتدائے طالب علمی سے میری یہ تمنا ہے کہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض رحمت کا کوئی قطرہ اور ان کے بحر مواج کا کوئی صدف مجھے بھی حاصل ہوجائے اور میں بھی چند لفظوں کا کوئی گل دستہ سجا کر رحمۃ للعالمین کے غلاموں کی صف میں کھڑے ہونے کے قابل ہوسکوں، بالکل اسی طرح جس طرح بازار مصر میں حضرت یوسف علیہ السلام کی خریداری کے لئے ایک بڑھیا اپنے کاتے ہوئے سوت کو لے کر خریداران یوسف کی صف میں کھڑی ہوگئی تھی۔

میں نے مختلف مواقع پر سیرت طیبہ کے مختلف پہلوؤں پر کبھی عربی میں، اور زیادہ تر اردو میں لکھنے کی کوشش کی تھی، انہیں مضامین کو یکجا کرنے کی تمنا پوری ہورہی ہے۔ اس کا نام ''اسوۂ حسنہ کے آئینے میں'' رکھا گیا ہے۔ خدا کرے اسم بامسمی ہو۔

اس مختصر سی کتاب میں سیرت طیبہ کے مختلف پہلوؤں کے ساتھ سیرت نگاری کے فن میں شہرت پانے والے رحمۃ للعالمین کے مصنف مولانا محمد سلیمان منصور پوری اور ان کی کتاب کی خصوصیات پر ایک مفصل مضمون ہے۔ اسی طرح عربی زبان میں، ہندوستانی علماء کی سیرت نگاری کے ذکر پر مشتمل ایک دوسرا مضمون بھی شریک اشاعت کیا گیا ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے شاعروں میں عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کا تذکرہ اور ان کی شعری خصوصیات نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی حضرت ابوعبیدہ بن جراح جن کو امین امت کا لقب اور لشکر اسلام کی قیادت کا مرتبہ عطا فرمایا گیا تھا۔ اور جو

سیرت طیبہ کی ایک اہم کڑی اور تاریخ اسلام کا ایک روشن باب بن کر چمکے، ان دونوں حضرات کا تذکرہ بھی کتاب کی زینت ہے، اخیر میں سیرت کے ایک بڑے جلسے میں اس موضوع پر کی گئی ایک برجستہ تقریر بھی شریک اشاعت کی گئی ہے، اس کا عنوان ہے: ''سیرت طیبہ کا پیغام عام مسلمانوں کے نام''۔

یہ کتاب تاریخی تسلسل سے ہٹ کر محض موضوع کی مناسبت سے چھوٹے بڑے مضامین پر مشتمل ہے، اس میں بعض عربی مضامین کا ترجمہ بھی شامل ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس مختصر سی کتاب کو دینی نفع اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی سے کسی درجے میں تعلق و محبت اور اتباع سنت و اطاعت کا ذریعہ بنائیں۔ آمین

اسوۂ حسنہ کے آئینہ میں

جذبۂ ایمانی اور سرمایۂ محبت کی علامت

حضرت مولانا عبداللہ عباس ندویؒ

الحمد للہ رب العالمین وسلام اللّٰہ علی سیدالمرسلین خاتم النبیین سیدناو مولانامحمدالنبي الصادق الأمین۔

أمابعد!

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی سے شیفتگی اور عقل و وجدان کی وابستگی ہم مسلمانوں کا عزیز ترین سرمایہ ہے۔ اور تاریخ اسلام کے ہر دور میں علمائے کرام نے عقیدت ومحبت کے گل دستوں سے کاشانۂ نبوت کے درودیوار سجائے ہیں، آپ کے لائے ہوئے دین پر جان و مال، عزت وآبرو، دنیوی عیش وراحت سب کچھ قربان کیا ہے، اور آپ کے نام نامی کی حرمت وعظمت باقی رکھنے کے لئے جب ضرورت پڑی ہے، اپنی جان یہ کہتے ہوئے پیش کی ہے کہ۔۔۔۔۔

جان نذر محقر است حافظ
از بہر نثار خوش نباشد

الحمد للہ یہ جذبۂ جاں سپاری آج بھی قائم ہے۔ مسلمان اقتصادی لحاظ سے پستی کے شکار ہیں، دنیوی سیاست کی بساط پر ان کے ہر مہرے مات کھا چکے ہیں، اخلاقی کمزوریاں ان کے معاشرے میں جگہ بنا چکی ہیں، جہل وافلاس، بے مائیگی و بے عملی میں کسی پست سے پست قوم سے بلند نہیں، تمام علمی جائزے بتاتے ہیں کہ ان کو اب تک

تاریخ کے دھندلکوں میں غائب ہوجانا چاہئے تھا، مگر دنیا کا مشاہدہ یہی ہے کہ یہ اب تک سانس لے رہے ہیں، اپنا وجود ثابت کئے ہوئے ہیں، باطل کی آندھیوں اور طوفانوں کے درمیان اسلام کا چراغ روشن کئے ہوئے ہیں۔

اس کا سبب یہ ہے کہ اگرچہ ان کے اندر سے سب کچھ مٹ چکا ہے، مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی سے عقیدت ووابستگی نہیں مٹ سکی ہے، مسلمان برے سے برا سہی، بدعمل اور بے کردار سہی لیکن اگر اس کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر پکارا جائے تو اس کے اندر زندگی اور حرارت کا خون دوڑنے لگتا ہے۔

مسلمانوں کے اندر اس حس کو باقی رکھنے اور اس تعلق کو زندہ رکھنے کا کام علمائے ملت نے کیا ہے۔ ان کا کام بہت محنت طلب بھی رہا ہے کہ ایک طرف عقیدۂ توحید پر قائم رکھیں، خالق ومخلوق، عبد ومعبود کے رشتے کو فراموش نہ ہونے دیں، تو دوسری طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس سے وابستگی کو پختہ سے پختہ تر کرتے رہیں۔ یہ کام الحمد للہ تمام مسلم درسگاہوں نے انجام دیا ہے۔ ہر مدرسے کی زینت قال اللہ اور قال الرسول سے رہی۔ صرف زینت ہی نہیں بلکہ ہر مدرسے کا حاصل یہی نام نامی ہے

خوشا مسجد و مدرسہ و خانقاہے
کہ در وے بود قیل وقال محمد صلی اللہ علیہ وسلم

ندوۃ العلماء کے دارالعلوم کو اللہ تعالیٰ نے اس راہ میں توفیق خاص سے نوازا ہے۔ سیرت النبی پر جو خدمت اس درسگاہ کے منتسبین سے لی، وہ اللہ کا احسان عظیم ہے۔ حضرت علامہ سید سلیمان ندویؒ سے لے کر حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ نے اس موضوع پر اپنا گہرا نقش چھوڑا ہے۔

پیش نظر کتاب اسی درس گاہ کے ایک قابل فخر فرزند، مولانا سعید الرحمن اعظمی کے جذبۂ ایمانی اور سرمایۂ محبت کی علامت ہے۔ یہ سیرت نبوی پر ان کے مقالات کا مجموعہ ہے۔ روایات وواقعات کی صحت زر خالص کے مانند ہے:

هجان الحي كالذهب المصفى
صبيحة ديمة يجنيه جان

پھر انداز بیان میں جوش ہے، محبت ہے، عقیدت وادب کا ایک آبشار ہے، خطابت وبلاغت کا شاہ کار ہے۔

مولانا سعید الرحمن صاحب کے والد ماجدؒ حدیث نبوی کے استاذ تھے، اور حدیث شریف کا موضوع ذات گرامی ہے رسول اللہ صلی علیہ وسلم کی! اس طرح وراثت میں آپ کو حب نبوی کی دولت ملی ہے۔ آپ نے ڈاکٹریٹ شعراء رسول صلی اللہ علیہ وسلم: حضرت کعب بن مالک الانصاری، حضرت حسان بن ثابت الانصاری، حضرت عبداللہ بن رواحہ اور حضرت کعب بن زہیر بن ابی سلمی رضی اللہ عنہم کے کلام پر کیا ہے۔

کئی سال کے شب و روز کی دیدہ ریزی سے یہ سرمایۂ علم وادب کی ڈالی سجا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت عالی میں پیش کر چکے ہیں۔

ان شعرائے آستانۂ نبوت کی صحبت وخدمت کا شرف حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ دارالعلوم ندوۃ العلماء میں ادب وبلاغت کی اونچی کتاب پڑھتے پڑھاتے طبیعت میں رچ جانے والی ایک کیفیت پیدا ہوگئی وہ حب نبوی سے عبارت ہے۔

موصوف الحمد للہ ملک کے باہر عرب ممالک کے علمی حلقوں میں معروف ہیں، پینتالیس (۱) سال سے "البعث الإسلامي" کی ایڈیٹری کر رہے ہیں، ہزاروں صفحے عربی میں لکھ چکے ہیں۔ ان کی تحریریں عرب ممالک میں مقبول ہیں۔ ندوے کی جامع مسجد کے امام وخطیب ہیں۔ ان کے جمعے کے خطبے حرم بیت اللہ اور حرم نبوی شریف میں دیئے جانے والے خطبوں کی یاد دلاتے ہیں۔ اوقات کی پابندی کا اس درجے اہتمام رکھتے ہیں کہ مسجد کے مصلی ان کی آمد پر اپنی گھڑی ملالیں۔

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی قدس سرہ کے عزیز ترین اور قابل اعتماد

شاگردوں میں ان کا شمار ہے۔ حضرت کی وفات کے بعد جب جناب مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی، ندوے کے ناظم منتخب ہوئے، تو ان کی جگہ پر مجلس انتظامیہ ندوۃ العلماء نے انہیں مہتمم منتخب کیا۔ اور الحمدللہ بڑی محنت اور لگن سے یہ خدمت سرانجام دے رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ انہیں قوت وصحت سے سرفراز فرمائے۔ **آمین!!**

پیش نظر مقالات سیرت، جس کا نام ''اسوۂ حسنہ کے آئینے میں'' رکھا ہے، اصلاحی و دعوتی مضامین پر مشتمل ہے۔ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس تمام انسانوں کے لئے ایک ایسا نمونہ ہے، جس کی پیروی کی جاسکے، اسی کو اسوۂ حسنہ کہتے ہیں۔ اور یہی فرق ہے اسلام کی دعوت دینے والے رسول اور جوگیانہ فلسفے کے علم برداروں میں کہ ان کی پیروی ناممکن ہے۔ کیوں کہ وہ حدود بشریت سے بہت دور ہیں، اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی ممکن ہے کیونکہ وہ بشریت کے تمام فضائل وخصائص سے معمور ہیں۔

فاضل مصنف نے آخر میں قاضی سلیمان منصور پوریؒ کی رحمۃ للعالمین اور اپنے استاذ مخدوم مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کی ''السیرۃ النبویۃ'' پر علیحدہ علیحدہ دو تاثراتی وتجزیاتی مقالے بھی اس مجموعے میں شامل کئے ہیں، جو فائدہ اٹھانے کی چیز ہے۔

بارک اللہ في علمه وعمله، وبارک في حیاته ومسعاه۔

(۱) اب سال ۲۰۱۷ء میں ۶۲ سال پورے ہو چکے ہیں، فالحمد علیٰ ذلک

اسلام اور مغرب

جناب پروفیسر وصی احمد صاحب صدیقی
سابق معتمد مال و نائب ناظم ندوۃ العلماء

یہ کتاب ان مضامین کا مجموعہ ہے جو مولانا سعید الرحمن صاحب اعظمی ندوی نے مختلف اوقات میں لکھے، کچھ ریڈیو سے براڈ کاسٹ ہوئے، کچھ مختلف باوقار جریدوں میں شائع ہوئے، ان مضامین کے اکٹھا کرنے اور کتابی شکل دینے کا کام ان کے شاگرد مولوی محمد فرمان ندوی نے انجام دیا ہے، جس کے لئے وہ بے حد تعریف کے مستحق ہیں، ورنہ یہ ہیرے موتی فائلوں میں بند رہتے اور ان سے استفادہ کرنے کا موقعہ بہت کم لوگوں کو ملتا۔

جناب مولانا اسلامی دنیا کی ایک بڑی جانی بوجھی شخصیت ہیں، ان کی شہرت اپنے ملک کی سرحدوں سے نکل کر عالم عرب میں پہونچ چکی ہے، جہاں ان کا ان کے علم وفضل کے سبب سے بیحد اکرام ہوتا ہے، جس کے وہ بجا طور پر مستحق ہیں، وہ ایک تبحر عالم، ایک شاندار معلم، مؤرخ اور مفکر ہیں، کلاسیکل دینی مضامین پر گہری نگاہ ہونے کے ساتھ ساتھ وہ علوم جدیدہ سے بھی گہرا تعلق رکھتے ہیں، اور حالات حاضرہ، ان کے وقوع اور وجوہات پر ایک ماہر کی طرح نگاہ ڈالتے ہیں۔

تحریر کا جو ملکہ مولانا کو ودیعت ہوا ہے وہ محض ایک ہنر نہیں ہے، بلکہ ایک وجدانی قوت ہے، یہ مصنف کے علم، روح کی پاکیزگی اور قوت بصیرت کی آئینہ دار ہے، یہ مضامین متنوع اور منفرد ہیں، گو ایک مشترک نام کے تحت جمع کئے گئے ہیں، الگ الگ موضوعات پر ہونے کے باوجود ایک ربط فکری رکھتے ہیں، یہ رابطہ آفرینی کی دانستہ کوشش کے سبب

سے نہیں ہے، بلکہ مصنف کی مزاجی کیفیت کے سبب سے ہے:

اسلام تیرا دین ہے، تو مصطفوی ہے

یہ مضامین مولانا کی اصابت رائے اور سلامت طبع کو گہرے اور شدید جذبات کے ساتھ بیان کرتے ہیں، یہاں ایک ہیئت اور ایک وحدت ہے، حکمت اور بصیرت آمیختہ ہیں، عبارت کا تیور اور لب ولہجہ معنی کو ہر پڑھنے والے تک پہنچادیتا ہے، مضمون نگار کی کیفیت نفسی پڑھنے والے کی طرف منتقل ہوجاتی ہے، کہیں تکلف اور تصنع نہیں، سارے مشاہدات اصلی، سارے جذبات فطری اور سارا بیان سادہ اور پُرکار ہے، جہاں آنسو بہے ہیں وہ انسان کے آنسو ہیں، کوئی بات فہم سے بالا نہیں، کوئی بات انفرادی اور مقامی نہیں، بلکہ عمومی اور ہمہ گیر ہے، وہ پڑھنے والے سے اس علم کی بات کرتے ہیں جو اس کی رسائی میں ہو۔

مولانا کی تحریر اور فکر میں ایک جمالیاتی حسن بھی ہے، اور حقیقت شناسی اور حقیقت نویسی کے ساتھ فلسفیانہ انداز فکر بہت نمایاں ہے، کلی صداقتیں ہیں، یہ مجموعہ ایک ایسی لذت کا سرچشمہ ہے جو ماضی میں جھانک کر اس کے حسن کو دیکھ کر پیدا ہوتی ہے، ایک ایسا رنج ہے جو حال کی بے اعتدالی یا گم رہی دیکھ کر دل ودماغ کو متأثر کئے ہے، ایک پیغام بھی ہے کہ مستقبل سے ناامید نہیں ہونا ہے اور حال کو بھی سنوارا جاسکتا ہے، یہ مضامین ''از دل خیزد بر دل ریزد'' کی آئینہ دار ہیں، ان میں ضوافگنی کی طاقت ہے۔

یہ مضامین پڑھنے والے کے دل میں بے چینی کے ساتھ عزم پیدا کرتے ہیں، جو کچھ ہورہا ہے وہ بے حد ناپسندیدہ ہے، اس کی تلافی ہونی چاہئے، ہمیں ایک نئی فطرت نہیں تخلیق کرنی ہے، نشأۃ ثانیہ بھی کہنا ضرورت سے زیادہ ہے، ہمیں وہی آب وتاب لانی ہے جو ماضی میں ہماری شان تھی، ہمیں اپنی فطرت میں بالیدگی پیدا کرنی ہے، اسی پیغام کو دہرانا ہے جو رسول امی صلی اللہ علیہ وسلم کا دیا ہوا ہے اور جس پر عمل کرکے ہمیشہ سربلند رہے، ہماری قدریں ازلی اور ابدی ہیں، کمرے کی وہ کھڑکیاں جو اس گلستاں کی طرف کھلتی ہیں انہیں کھولنا ہے، پھر انہیں پھولوں کو دیکھنا ہے، ان کی خوشبو کو اپنے جسم اور دل ودماغ میں بسالینا

ہے، یہ کتاب اخلاقی ہدایت کے ساتھ حسن بیان سے بھی مزین ہے، یہ تحریر اخلاق کی مد اور معاون ہے، یہ باتیں نئی نہیں ہیں، اکثر لوگوں کے دل ودماغ میں ہیں، مگر ایسے عمدہ طریقے سے کبھی بیان نہیں ہوئیں، یہاں ہدایت اور تعلیم ہے، مولانا کی نگاہ غائر ہے، وہ بتارہے ہیں کہ ہمارا دین، ہماری نفسیات اور نظام کائنات سب متوازی ہیں، یہ دنیا مزرع آخرت بھی ہے اور ایک انجمن بھی، مولانا نے حقیقت کو انجمن کی زینت بنادیا ہے۔

اس کتاب کو پڑھ کر مراقبہ کی کیفیت نہیں پیدا ہوتی، جو صوفیوں کو بہت محبوب ہے، یہاں مکمل سکون کی کوئی خواہش نہیں، یقیں محکم اور عمل پیہم کا پیغام ہے، اسباب اور علل کی توضیح ہے، جن کے حواس فریب خوردہ ہوں ان کو ایک مرد مومن کا مرقع دکھایا جارہا ہے۔ گوش حقیقت نیوش میں حقیقی باتیں ڈالی جارہی ہیں، یہ صرف حلقہ خواص کے لئے نہیں، خواص پسند ہونے کے باوجود مولانا کی گفتگو عوام سے ہے۔

مولانا کا پیش لفظ بھی عالمانہ نکات سے بھرپور ہے، مولانا نے اس دور کی جاہلیت کا عرب کے عہد جاہلی سے مقابلہ کیا ہے اور اس نتیجہ پر آئے ہیں کہ یہ دور اُس دور سے زیادہ بدنصیب اور جاہلیت کے شکنجوں میں جکڑا ہے، عرب کے اس دور جاہلیت کے خلاف سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علم جہاد بلند کیا اور اسلام کا پیغام دیا، جس نے عرب کی کایا پلٹ دی اور ایسا معاشرہ وجود میں آیا جو رہتی دنیا تک کے لئے نمونہ بنا۔

مولانا نے بتایا کہ مغرب کا نام نہاد ترقی یافتہ معاشرہ جدید جاہلیت کا مکمل نمونہ ہے اور جب اہل مشرق نے اس کو اپنانے کی کوشش کی تو صرف اس جاہلی پہلو کو اپنانے کی کوشش کی۔

اس کتاب کے مضامین دیگر نظاموں، نظریات اور تمدنی فلسفے کے بالمقابل اسلامی منہج حیات کی اہمیت، اس کے بقائے دوام اور انسانی مزاج سے ہم آہنگ ہونے کے بارے میں کتاب وسنت کی روشنی میں تحریر کئے گئے ہیں۔

کتاب کی ابتداء طاقت کے غرور سے ہوتی ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور

فرعون کی لڑائی قرآن میں مکالموں کے ذریعہ سے بیان ہوئی ہے، اور بقول مضمون نگار کے ''یہ ایک مختصر کہانی ہے جو ایک ابھرتی قوم کے مٹنے اور مٹتی ہوئی قوم کے ابھرنے کی ہے، یہ عبرتوں سے لبریز ہے، اور قوموں کے عروج وزوال کی تاریخ ہے''۔

ایسا ہی مضمون ''مادیت پسندی اور اخلاقی قدروں کا زوال'' ہے، اس مضمون کی خاص بات یہ ہے کہ مادیت کے سامنے سپر ڈالنے والے لوگوں کی نفسیات بیان کی ہے، کیسے مادیت پسندی مقصدی شکل اختیار کرتی ہے، اس کی جڑیں مغرب کی مادہ پرست تہذیب میں ملتی ہیں، مضمون خالص منطقی نتائج سے وابستہ ہے، انجام کی طرف روشنی ڈالی کہ آج اخلاقی انارکی اور انسانی قدروں کا زوال اسی سبب سے ہے، ایسا ہی مضمون ''اسلام پر دشمنوں کی یورش'' ہے، یہ یورش اسلامی ممالک میں ہر قسم کی معدنیات اور زمینی ذخائر کی موجودگی کے سبب سے ہے۔

مضامین کا یہ سلسلہ قائم ہے، یہ مضامین بیانیہ نہیں ہیں، بلکہ فکر اور دلائل سے حالات کی پیچیدگی کو بیان کیا ہے، اور نتائج برآئے ہیں، اسلام کے خلاف مغرب کی عداوت اور کینہ کی بھیانک صورت حال کا نقشہ کھینچا ہے۔

اب مضامین سیل رواں کی شکل اختیار کر رہے ہیں، کسی مضمون میں ایک مذموم انسانی جرم پر تبصرہ ہے، شکست خوردہ ذہنیت اور دریدہ دہنی کو روشنی میں لاتے ہیں، کوئی بھی مضمون ہو کلام پاک ہی سے استفادہ کرتے ہیں، اس کی آیتوں کو لکھتے ہیں اور صورت حال کو اس کی روشنی میں واضح کرتے ہیں، قرآن ہی ان کی سوچ کا ملجا ہے، یہی پیغام ہے کہ اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رہو، اسی ہی میں سب کی فلاح اور بہبود مضمر ہے، لوگوں کو عمل پر ابھارنے کی تاکید ہے: آپ کہہ دیجئے کہ (جو چاہو) عمل کرو، سو ابھی دیکھ لیتا ہے تمہارے عمل کو اللہ، اس کا رسول اور اہل ایمان، جو بگاڑ آیا ہے وہ صرف امید، آرزو سے دور نہیں ہوگا، بلکہ اس کی اصلاح تبلیغی دعوت کے ساتھ قول وفعل میں مطابقت پیدا کر کے اسلامی سیرت کو ایک واضح شکل میں پیش کرنے سے ہوگی، اس سے زیادہ بھلی بات کس کی

ہوگی جو اللہ کی طرف بلائے، نیک کام کرے اور کہے کہ میں مسلمان ہوں، مولانا نے فرمایا کہ مسلمانوں کو صحیح اسلام سے روشناس کرنے کے لئے کسی فلسفہ یا نظریہ کی ضرورت نہیں، ان کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت طیبہ سے وہ سبق حاصل ہوسکتا ہے،، جو کسی اور چیز سے نہیں مل سکتا، اسی طرح مولانا کا مضمون ''عقیدۂ توحید اور مسلمانوں کا موقف'' پر ہے، مضمون کا ماحصل یہ ہے کہ اسلام میں غیر اللہ کی عبادت کی کوئی گنجائش نہیں، وہ کفر اور شرک کے محرکات سے بھی دور رہنے کا حکم دیتا ہے، انتہائی چشم کشا مضمون ہے۔

اس وقت زمانہ صاحب کردار اور باشعور مسلمان کا منتظر ہے، جس کی رگوں میں اخلاص کی روح جاری اور ساری ہو، تعلیمات دین کا پیکر ہو، شخصیت و کردار اور ایمانی فداکاریوں کے نمونے پیش کرے۔

مضمون ''ہماری زندگی میں مصائب اور آلام'' میں مولانا نے فرمایا کہ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ ہم نے قائدانہ منصب کو ٹھکرا دیا اور غلامی کی زندگی پر راضی ہو گئے، خود داری اور شرافت کی زندگی بسر کرنے کی روش ترک کر دی، ہم اپنی بدبختی اور نامرادی کو دوسروں کے سر پر نہیں تھوپ سکتے، بہر حال حق و باطل کی کشمکش جاری رہے گی اور اہل عبرت کے لئے سامان عبرت فراہم کرتی رہے گی، مولانا نے اقبال کا شعر لکھا ہے:

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغ مصطفوی سے شرار بولہبی

واقعی روز اول سے یہ سلسلہ قائم و دائم ہے۔

''اسوۂ ابراہیمی اور شیوۂ آذری'' میں مولانا کے اندر کا شاعر بیدار ہوا ہے، پورا مضمون ''بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق'' کی توضیح اور تفسیر ہے، کیسے آگ انداز گلستاں پیدا کرتی ہے۔

مضامین کا یہ سلسلہ جاری اور ساری ہے، ہر مضمون کا ماحصل یہی ہے کہ شریعت اسلامیہ کا وجود ہر فساد کی اصلاح، انفرادی اور اجتماعی زندگی میں ظلم و ستم کے خاتمہ اور تمام

زمانوں میں ہر جگہ حیات بشری کی خوش بختی اور فلاح کی ضمانت لیتی ہے، اللہ نے جو رسول ہمارے لئے بھیجا وہ ایک بہترین نمونہ ہے اس شخص کے لئے جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان اور یقین رکھے اور خدا کو خوب یاد کرے۔

یہ مقدمہ غیر ضروری طور پر طویل ہوتا جا رہا ہے، کیا عرض کیا جائے بقول سعدی ''نہ حسنش غائتے دارد، نہ سعدی را سخن پایاں'' اب اس کو ختم کرتا ہوں، حالانکہ بہت کچھ لکھنے کو رہ گیا ہے، یہ خاتمہ اس دعا پر ہے کہ اللہ اس ابر گہر بار کو ایسا ہی برستا رکھے اور موتیوں سے سب کے دامن بھر جائیں۔

اسلامی ثقافت اور ندوۃ العلماء

مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندوی صاحب
(معتمد تعلیم ندوۃ العلماء، لکھنؤ)

الحمد لله رب العالمین، والصلاۃ والسلام علی سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ أجمعین وبعد۔

ثقافت یا تہذیب، علم، فن، ادب، اخلاق، معاملات، عادات اور زندگی کے طور طریقوں پر مشتمل ہوتی ہے، جو کسی خاص فکر، تاریخ اور علاقائی اثرات پر مبنی ہوتی ہے، اس سے قوم کے مزاج اور زندگی کے بارے میں اس کے تصور کا اندازہ کیا جا سکتا ہے، اس میں بعض عناصر دائمی ہوتے ہیں اور بعض متغیر، ثقافت کو عام اور خاص میں بھی تقسیم کیا جاتا ہے۔

اسلامی ثقافت جس کے اثرات مدت کے اعتبار سے ۱۴ سو سال سے زیادہ قدیم اور وسیع ترین علاقہ پر قائم ہیں، اور مشرق و مغرب میں اسلامی عقیدہ کو ماننے والوں میں یکساں طور پر پائے جاتے ہیں، قرآن مجید اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات پر مشتمل ہے، جو عقیدۂ توحید کے محور پر قائم ہے، اور اس عقیدہ اور اسلام کے زندگی کے بارے میں تصور کا اثر زندگی کے ہر شعبہ میں نمایاں طور پر نظر آتا ہے۔

قرآن کریم نے عقیدہ سے لیکر اخلاق و معاملات اور زندگی کے ہر شعبہ سے متعلق ہدایات دی ہیں، جو ایک صالح زندگی اور صالح سماج کے لئے ضروری ہیں، اس میں دین اور عقل، دین اور دنیا کے درمیان متوازن تصور پایا جاتا ہے، دوسرے مذاہب کے برخلاف اسلا نے ، فکر، اور تدبیر پر بہت زور دیا ہے، قرآن کریم نے بکثرت ، شعور، اور فکر و تدبر کی دعوت دی ہے۔ وحی کی ابتداء ہی ''اقرأ'' سے ہوئی ہے، اور اسی طرح انسانی

اخلاق ومعاملات کے ایسے اصول بیان کئے ہیں جن سے انسانی زندگی خوشگوار ماحول میں گزرتی ہے اور ایک دوسرے پر اعتماد، ایثار ومحبت اور احترام کا ماحول پیدا ہوتا ہے، اور انفرادی زندگی، ازدواجی زندگی، اجتماعی اور ملی زندگی کے ایسے اصول وضوابط مقرر کئے ہیں جن سے کشمکش، حق تلفی اور ظلم وزیادتی کے امکانات کچھ کم ہوجاتے ہیں۔

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ اسلامی تہذیب کا تعارف ان الفاظ میں کراتے ہیں:۔

''اسلامی تہذیب ایسی تہذیب ہے، جس کا ضمیر وخمیر اللہ تعالی کا اسم گرامی اور اس کا یقین وایمان ہے، وہ خدائی رنگ (صبغۃ اللہ) میں رنگی ہوئی ہے، اور ایمان واذعان کی بنیادوں پر قائم ہے، اس لئے اس کو دینی رنگ اور ربانی آہنگ اور ایمانی روح سے الگ کرنا ممکن نہیں، اور اس پر جب بھی عصبیت، جاہلی حمیت، نسلی کشمکش، مادی ہوس، اخلاقی زوال، یا معاشرتی انارکی طاری ہوئی ہے، تو عارضی طور پر خارجی اثرات یا اس ماحول ومعاشرہ کی دین رہی ہے، جس سے کوئی اسلامی عنصر نکلا ہے، یا اس میں اسلامی ثقافت سے عدم تأثر و استفادہ اور قرآن کریم اور حدیث نبوی اور اسلام کے اولین واساسی مصادر سے عدم اشتغال کو دخل رہا ہے''۔ (تہذیب وتمدن پر اسلام کے اثرات واحسانات، ص: ۱۳۴)

پیش نظر کتاب مولانا ڈاکٹر سعید الرحمن اعظمی ندوی مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء کے مقالات پر مشتمل ہے، جو انہوں نے اسلامی تہذیب کی تعریف اور اس کے مصادر کے تعارف میں لکھے اور مختلف رسالوں میں شائع ہوئے، اس کے ساتھ ساتھ اسلامی تہذیب کے مصادر ،خاص طور پر قرآن کریم جو اولین مصدر ہے، اس کی تعلیم وتدریس کی اہمیت کا بھی ذکر کیا ہے، اور یہ کہ اس میں دارالعلوم ندوۃ العلماء کو اہم مقام حاصل ہے، اس لئے کہ اس نے اپنے نصاب میں قرآن کریم کی تعلیم اور وہ جس زبان میں ہے اس زبان کی تعلیم اور اس کا ذوق پیدا کرنے کو اہم جگہ دی ہے، انہوں نے دارالعلوم ندوۃ العلماء کے ان اساتذہ کا بھی ذکر کیا ہے، جنہوں نے قرآن کریم

کو اپنا اہم موضوع قرار دیا، جن میں علامہ سید سلیمان ندوی، حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی، مولانا اویس صاحب نگرامی ندوی اور مولانا عبداللہ عباس ندوی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

قرآن فہمی کے لئے عربی زبان وادب جاننا جتنا ضروری ہے، اس سے زیادہ عربی کے قواعد اور اعجاز قرآن اور بلاغت کا علم بھی ضروری ہے، دار العلوم ندوۃ العلماء نے اپنے نصاب میں ان موضوعات کو بہت اہمیت دی ہے، بعض مضامین کا تعلق ان موضوعات سے بھی ہے۔

بنیادی مضمون اسلامی ثقافت، اہمیت اور ضرورت ہے، جو رابطہ عالم اسلامی کے ایک تربیتی کیمپ کے لئے لکھا گیا تھا، اس میں اسلامی تہذیب کی خصوصیات، اس کے بنیادی عناصر، خاص طور پر قرآن کریم پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اور ندوۃ العلماء کو خاص طور سے اسلامی ثقافت کا ایک عظیم مرکز قرار دیتے ہوئے تاریخی حقائق کی روشنی میں اسکے کارہائے نمایاں اور اس کے اساطین علمائے کرام کا تفصیلی تذکرہ اس کتاب کی قیمت میں اضافہ کرتا ہے۔

مولانا تحریر فرماتے ہیں: ’’اسلامی ثقافت کا سرچشمہ قرآن اور حدیث ہے، حضور ﷺ نے اسلامی ثقافت کو پوری زندگی میں نہ صرف یہ کہ پیش کیا، بلکہ لوگوں کے سامنے اس کی متنوع صورتوں اور شکلوں کو اجاگر بھی کیا‘‘۔

اس دور میں جس میں مغربی ثقافت جو الحاد اور اخلاقی اصول وضوابط سے انحراف اور محض مادی مصالح کی رعایت پر مبنی ہے اور وسائل ابلاغ اور تعلیمی اور تربیتی ماحول کے اثرات سے عام ہو رہی ہے، اس کی شدید ضروت ہے کہ اسلامی ثقافت کا تعارف کرایا جائے اور اسکی افادیت اور ضرورت کو نمایاں کیا جائے، فساد اور انحراف کے اس دور میں صرف مسلمانوں کے لئے یہ دینی اخلاقی تہذیب ضروری نہیں ہے بلکہ پوری انسانیت کی فلاح اس میں ہے۔

اس سے قبل ڈاکٹر مولانا سعید الرحمن اعظمی کی ایک کتاب ’’اسلام اور مغرب‘‘ شائع ہو چکی ہے جس میں دونوں تہذیبوں کا فرق واضح کیا گیا ہے اور وہ علمی حلقوں میں بہت مقبول ہوئی۔

یہ کتاب اس سلسلہ کی دوسری کڑی ہے، امید ہے یہ بھی مفید اور مقبول ہوگی، مولانا کا اسلوب بیان علمی تحقیقی ہونے کے ساتھ ادبی حلاوت کا حامل ہے اور عام فہم بھی ہے۔

خطبات علم ودعوت

بقلم: جناب مولانا نذر الحفیظ ندوی ازہری
(عمید کلیۃ اللغۃ العربیۃ، دار العلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ)

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم، أما بعد!

پیش نظر کتاب ان تقاریر کا مجموعہ ہے جو استاذ گرامی قدر مولانا ڈاکٹر سعید الرحمن صاحب اعظمی ندوی مدظلہ نے ادھر دو تین سال کے اندر مدارس کے طلباء و اساتذہ کی نشستوں، اصلاح معاشرہ کے عوامی جلسوں، طلبہ کی علمی و ادبی انجمنوں کی افتتاحی یا اختتامی تقاریب میں کی ہیں، اب انہیں ''خطبات علم ودعوت'' کے نام کتابی صورت میں کیا جارہا ہے۔

استاذ محترم کی شخصیت محتاج تعارف نہیں، ان کی تحریریں عربی اور اردو میں تقریباً ساٹھ سال سے بڑی پابندی سے علمی، دینی اور دعوتی حلقوں کے سامنے آرہی ہیں، عربی میں ان کے خطبات جمعہ تو خاص رنگ و آہنگ اور منفرد خصوصیت رکھتے ہیں، مجلہ 'البعث الاسلامی'، پندرہ روزہ 'الرائد' کے علاوہ 'تعمیر حیات' میں تسلسل سے اداریئے اور مضامین لکھتے رہے ہیں، اب بھی یہ سلسلہ جاری ہے۔ (بارک اللہ في حیاتہ)

اگر مولانا کی عربی اور اردو تحریروں کو جمع کردیا جائے، تو ہزاروں صفحات اور کئی جلدوں میں یہ مقالات آئیں گے، کچھ مجموعے اردو اور عربی میں شائع ہوکر مقبول بھی ہوچکے ہیں، پیش نظر مجموعہ سمندر میں قطرے کی حیثیت رکھتا ہے، ان تقریروں کا بڑا حصہ علماء، طلباء اور کچھ تقریریں اصلاح معاشرہ کے جلسوں میں کی گئی ہیں، دونوں قسم کے خطبات کا بنیادی پیغام علماء اور طلبا کے لئے ہے: ''علم دین سے رشتہ ہمارا مضبوط و مستحکم ہو، اور عملی زندگی میں ہم اسلام کا نمونہ بنیں، قرآن کریم کو ہم دستور حیات اور سیرت نبوی کو نشان راہ بنائیں''۔ ''عام مسلمانوں

سے مطالبہ ہے کہ وہ اپنی زندگی اسلامی سانچے میں ڈھالیں، معاشرہ کے غلط رسوم ورواج اور مغربی فکر وتہذیب اور اس کے فتنوں، خصوصاً مادیت اور نفاق کی زندگی ترک کر کے پورے پورے اسلام میں داخل ہوجائیں، اور ملک وملت کے لئے اپنی افادیت ثابت کریں'' ''طلباء اپنا مقصد متعین کر کے خودشناسی اور ایثار وقربانی کے ذریعہ ترقی کی شاہراہ پر گامزن ہوجائیں''۔

ان خطبات میں جو برجستہ تقریروں کا مجموعہ ہے، قرآن وسیرت نبوی کو محور بنا کر معاشرہ کی صحیح بنیادوں پر تعمیر کا طریقہ آسان وسادہ اسلوب میں بیان کیا گیا ہے، قرآن شریف اور احادیث نبویہ کی روشنی میں معاشرہ میں پھیلے ہوئے فتنے وفسادات اور عقائد واخلاق میں گہرائی تک پائی جانے والی خرابیوں کا بصیرت افروز تحلیل وتجزیہ، پھر ان سے بچنے کا کیا طریقہ اختیار کیا جائے، مغربی فکر اور مشرکانہ ماحول اور حد سے بڑھی ہوئی مادیت کے مسلمان معاشرہ پر اثرات کا ہم مقابلہ کیسے کریں، یہ کتاب شرک وبدعات کے صحراء میں بھٹکے ہوئے آہو کو پھر سوئے حرم چلنے کی مخلصانہ دعوت اور ایک دردمند دل کی صدا ہے۔

سولہ (۱۶) مرکزی عنوانات اور اسی (۸۰) سے زائد ذیلی مضامین کے تحت مقرر نے اپنا دل کھول کر رکھ دیا ہے کہ اس کے مخاطب علماء اور طلباء تھے، صاحب کتاب کی بنیادی خوبی یہ ہے کہ وہ نوجوان نسل کے ذہن ومزاج، نفسیات اور تیزی سے بدلتے معاشرتی اور اخلاقی اور مادی قدروں کے نئی نسل پر گہرے اثرات سے خوب واقف ہیں، اس لئے کہ وہ نصف صدی سے زائد عرصہ سے تعلیم وتربیت سے وابستہ ہیں، ان کی دوسری خصوصیت یہ ہے کہ خطبات جمعہ وعیدین کے ذریعہ عوام وخواص کی ذہنی سطح سے بھی نہ صرف واقفیت رکھتے ہیں، بلکہ مسلمانوں کے ہر طبقہ یہاں تک کہ غیر مسلموں سے بھی ان کے روابط ہیں، استاذ محترم کی ان برجستہ تقریروں کو پڑھنے والے ہمارے تجزیہ سے اتفاق کریں گے کہ عوام وخواص اور تعلیم یافتہ طبقہ، خصوصاً علماء اور طلباء کی رہنمائی کا اس مجموعہ میں خاصا مواد موجود ہے، تمام تقریریں ''کلموا الناس علی قدر عقولھم'' کا مصداق ہیں، خطبات علم ودعوت گویا علم کو دعوتی روح اور جذبہ سے سرشار ہوکر علم نافع بنانے کی دعوت ہے۔

اسلام اور مغرب: ایک قابل قدر اضافہ

ڈاکٹر محمد منظور عالم
چیئرمین آئی او ایس دہلی

معرکہ حق و باطل کے ضمن میں اسلامیت و مغربیت کی کشمکش کا موضوع گزشتہ دو صدیوں سے سرفہرست رہا ہے اور اسی لئے یہ اس پوری مدت میں داعیان اسلام، علماء، مفکرین اور محققین کی توجہ کا مرکز ومحور رہا ہے، جنہوں نے اپنی نگارشات، تقاریر اور مباحثوں کے ذریعہ اسلام اور مغرب کی کشمش کے مختلف گوشوں کو اجاگر کیا ہے۔

اسلام اور مغرب کے موضوع پر مولانا سعید الرحمٰن اعظمی ندوی زید مجدہ کا زیر نظر مجموعہ مضامین بھی اس سلسلہ کی ایک اہم کڑی اور اس موضوع سے متعلق تحریروں میں قابل قدر اضافہ ہے۔

اس مجموعہ کی ایک خوبی یہ ہے کہ اس میں تقریباً ان تمام پہلوؤں کو زیر بحث لایا گیا ہے جو اسلام کی مغرب سے کشمش کے سلسلہ میں عصر حاضر میں اہمیت کے حامل ہیں اور جن کے سلسلہ میں امت مسلمہ خصوصاً نئی مسلمان نسل کو رہنمائی کی ضرورت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مولانا دامت برکاتہم نے امریکہ، یورپ اور مشرق وسطیٰ کے حالات ومسائل پر روشنی ڈالنے کے ساتھ ساتھ وطن عزیز ہندوستان میں پیش آنے والے واقعات کا بھی بے لاگ تجزیہ کرتے ہوئے راہ راست کی طرف رہنمائی کا فریضہ انجام دیا ہے۔

اس مجموعہ مضامین کی ایک بڑی خوبی یہ ہے کہ 1964 سے آج تک جتنے مسائل

پر بھی مولانا نے قلم اٹھایا ہے ان کو پڑھنے کے بعد زمانہ کے طویل فاصلہ کا احساس ہی نہیں ہوتا، جو فکر، جو طرز، جو انداز، جو دعوت کا رنگ، جو ملت کا درد، جو اعتماد کا صور پھونکنے کی تڑپ، جو اتحاد کی پکار، جو بڑی سے بڑی طاقت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھنے کا حوصلہ اور جو اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے قربانی، ثابت قدمی، استقلال و پامردی کے ساتھ جد وجہد اور اس کو مہمیز کرنے کی کیفیت وجذبہ آج سے 4 دہائی قبل کے مضامین میں نظر آتا ہے بالکل وہی رنگ آج بھی ہے۔

اہل علم کی رائے میں مولانا اگرچہ عربی کے بلند پایہ ادیب، صحافی اور مایہ ناز قلم کار ہیں جن کی تحریروں نے عالم عرب کے اعلیٰ تعلیم یافتہ طبقہ سے عربی زبان وادب کے میدان میں اپنی عبقریت کا لوہا منوایا ہے اور عرب ممالک کے علماء، مفکرین، اسلامی تحریکوں کے قائدین وکارکنان مولانا کی تحریروں اور مولانا کی زیر ادارت شائع ہونے والے ماہنامہ ''البعث الاسلامی'' سے خود بھی روشنی حاصل کرتے رہے ہیں اور ان کو پھیلانے اور عام کرنے کی ہر ممکن کوشش بھی کرتے رہے ہیں، تاہم پیش نظر مجموعہ مضامین سے مؤلف کی اردو زبان وادب پر دسترس کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے، بلاغت، زور بیان، تاثیر، سلاست، دل میں اتر جانے کا وصف ان تحریروں کا طرۂ امتیاز ہے۔

مولانا کی تحریر کی ایک خوبی یہ ہے کہ سخت ترین حالات اور گھٹاٹوپ اندھیرے میں بھی مولانا امید کی کرن اور روشنی کی چمک دیکھ لیتے ہیں، وہ کہیں مایوس نظر نہیں آتے، بلکہ مخالف حالات میں بھی دھارے کو بدل ڈالنے اور طوفان کے رخ پلٹ دینے کی دعوت دیتے ہیں، قرآن کریم اور اسوۂ رسول ؐ سے استدلال مولانا کے زور قلم میں چار چاند لگا دیتا ہے۔

۴۸ سال شفقتوں کے سائے میں

مولانا شمس الحق ندوی
(مدیر تعمیر حیات، ندوۃ العلماء)

نام کتاب	۴۸ سال شفقتوں کے سائے میں
تالیف	جناب مولانا ڈاکٹر سعید الرحمن اعظمی ندوی
صفحات	۲۷۲
قیمت	۳۵۰
ناشر	مکتبہ فردوس مکارم نگر لکھنؤ
کتابت وطباعت	عمدہ وبہترین

یہ کتاب مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ کی دور بینی، دینی وملی درد، پیش آمدہ حالات کے انجام وعواقب کو بھانپ لینے اور اس کے خطرات کو پورے طور پر سمجھنے والے ذہن رسا کے ساتھ ساتھ اس کی تدابیر اپنانے اور اس کی ہر ممکن کوشش کو بروئے کار لانے اور پوری ہمت وجرأت کے ساتھ اقدام کرنے کا عکس جمیل ہونے کے ساتھ ساتھ حضرت مولاناؒ کی مردم شناسی اور ان کی صلاحیتوں کو پروان چڑھانے میں مخلصانہ تڑپ وبے کلی کی تصویر کشی کے ساتھ ساتھ مصنف کتاب کے ساتھ حضرت مولاناؒ

کی محبت وشفقت کا جو معاملہ رہا ہے اور مصنف کتاب کا اپنے کو بالکلیہ حضرت والاؒ کے حوالہ کردینے اور انتھک محنت ولگن کے ساتھ کام کرنے اور وقت کے ایک ایک منٹ سے فائدہ اٹھانے کا نقش سامنے آجاتا ہے، جس نے مصنف محترم کو اس مقام بلند تک پہنچایا، جس نے نہ صرف یہ کہ ان کو ادب عربی کا شناور، بلکہ متعدد قیمتی تصنیفات اور حضرت کے ساتھ ملک وبیرون ملک کے بہت سے سیمیناروں میں شرکت اور اچھی نمائندگی کے شرف سے نوازا۔

کتاب پر تفصیلی تبصرہ مضمون کا متقاضی ہے، مختصر یہ کہ کتاب ۴۸ سال پر پھیلے ہوئے مواد ومعلومات کا مجموعہ ہے جو کتاب کے مطالعہ ہی سے معلوم ہوسکتا ہے۔

کتاب میں حضرت مولاناؒ کا جو سراپا آگیا ہے وہ دینی وملی غیرت پیدا کرنے کا اعلیٰ ترین نمونہ ہے۔

مصنف کتاب کو ندوہ کا وہ عہد زریں ملا ہے جو حضرت مولاناؒ کی سرپرستی میں ہمہ جہت ترقی کا دور رہا ہے، اس زمانہ میں دیگر ترقیات کے ساتھ سیرت سازی ومردم گری کا کام بھی خوب ہوا، جس کی ایک مثال خود مصنف کتاب ہیں، جس کی تفصیل کتاب میں پورے طور پر آگئی ہے، کتاب میں استاذ محترم نے اپنے قابل فخر اساتذہ کا بھی ذکر کیا ہے۔

مصنف محترم نے ''اذکروا موتاکم بالخیر'' کے تحت اہم شخصیات، مشائخ، بزرگوں، معاصرین وشاگردوں اور اہل تعلق پر جو کچھ لکھا ہے وہ بھی شامل کتاب ہے۔

حضرت مولانا کی وفات کے بعد ندوہ کی ترقی پر روشنی ڈالتے ہوئے کتاب کے آخری صفحہ پر مصنف محترم تحریر فرماتے ہیں:۔

''حضرت مولاناؒ کی شفقتوں کے سائے میں ۴۸ سال گذارنے والے اس راقم آثم کے سامنے حضرت مولانا مرحوم کے حلقۂ تعلیم وتربیت میں نہایت خوشگوار وقت گذارنے والوں کی فہرست اگرچہ بہت طویل ہے، لیکن ان چند شخصیتوں میں جنھوں نے قافلہ ندوۃ العلماء کی سربراہی کو حضرت مولاناؒ کے بنائے ہوئے نقشہ کے مطابق جاری رکھا

ان میں حضرت مولاناؒ کے جانشیں حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ العالی کا نام نامی سرفہرست ہے، جو حضرت مولاناؒ کے دست راست، رفیق سفر وحضر، صاحب سر و جہر کا درجہ رکھتے ہیں۔"

مزید لکھتے ہیں:۔

"اور ندوۃ العلماء کی قیادت کی ذمہ داری اس کے فکر کی آبیاری اور اس کی اہم ترین تعلیم گاہ دارالعلوم اور اس سے متعلق تمام شعبوں کی نگرانی اور سرپرستی میں ان کا کوئی ثانی نہیں ہے، اس لیے آج ندوۃ العلماء کی مقبولیت اور ان کے زیر قیادت اس قافلہ کی نہایت بہتر طریقہ سے پیش رفت جاری ہے، جو ندوۃ العلماء کی تاریخ میں ایک درخشاں باب کی حیثیت رکھتی ہے"۔

حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے ندوۃ العلماء کے پیغام کو کس بام عروج پر پہنچایا اس کو ان کے صاحب علم وتحقیق ولی صفت طبع زاد شاعر، بڑے بھانجے مولانا سید محمد ثانی حسنی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک شعر میں اس طرح ادا کردیا ہے۔ ع

"انفاس علی نے روشن پھر ندوہ کا جہاں میں نام کیا"

۴۸ سال شفقتوں کے سائے میں

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی
سکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ
وناظم المعہد العالی الاسلامی، حیدرآباد

اس اُمت کا ایک امتیاز یہ ہے کہ وہ ہے تو اُمت؛ لیکن وہ نبی کے مقام پر ہے، یعنی جن کاموں کو انبیاء ورُسل انجام دیا کرتے تھے، اب وہ کام اس اُمت سے متعلق کردیئے گئے ہیں "لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيداً" (بقرہ: ۱۴۳) انبیاء کے بعض کام تو وہ ہیں جن کو پوری اُمت سے متعلق کیا گیا تھا اور وہ ہے عامۃ الناس کو دین کی طرف بلانا اور انسانیت کو ضلالت وگمراہی سے بچانا، قرآن نے اس کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے تعبیر کیا ہے "كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ" (آل عمران: ۱۱۰) اور کچھ ذمہ داریاں وہ ہیں جن کو علماء اُمت سے متعلق رکھا گیا ہے؛ اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انبیاء کی میراث درہم ودینار نہیں ہیں؛ بلکہ علوم نبوت ہیں، لہٰذا علماء ہی انبیاء کے وارث ہیں "إن العلماء ورثة الأنبياء، وإن الأنبياء لم يورثوا ديناراً ولا درهماً وإنما ورثوا العلم، فمن أخذه أخذ بحظ وافر"۔ (ابوداؤد، کتاب العلم، باب الحث علی طلب العلم: ۳۶۴۱)

لیکن یہ اُمت کے لئے صرف اعزاز اور فضیلت نہیں : بلکہ ذمہ داری بھی ہے، اس اُمت کو صرف اپنے مفادات کے لئے پیدا نہیں کیا گیا؛ بلکہ انسانیت کی ہدایت وفلاح کے لئے پیدا کیا گیا ہے اور اسی بنا پر انھیں 'خیر اُمت' کا لقب ملا ہے "کُنتُم خَیرَ أُمَّةٍ أُخرِجَتْ لِلنَّاسِ" چوں کہ سلسلۂ نبوت آپ ﷺ پر مکمل ہو چکا ہے اور آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا؛ اسی لئے اس اُمت میں علماء ربانیین اور داعیان و مصلحین کا تسلسل رہا ہے، کوئی عہد بلکہ کوئی علاقہ ایسے لوگوں سے خالی نہیں رہا، جو دل کی انگیٹھیاں سلگانے اور ایمان کی حرارت کو عام کرنے کا کام کیا کرتے تھے اور ان کو من جانب اللہ اُمت کے مسائل کے سمجھنے اور ان کی عقدہ کشائی کرنے کی صلاحیت ودیعت کی گئی تھی۔

ہندوستان دنیا کے ان خطوں میں ہے، جہاں بالکل ابتداء میں اسلام کی روشنی پھیل چکی تھی؛ کیوں کہ بعض تاریخی واقعات کے مطابق جنوبی ہند کا ایک راجہ معجزہ شق القمر کو دیکھ کر مشرف بہ ایمان ہو گیا تھا، اگر یہ روایت صحیح ہوتو مکی زندگی ہی میں نبوت محمدی ﷺ کی کرنیں ہندوستان میں داخل ہو چکی تھیں، یہ بات بھی نقل کی گئی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ ہی میں ہندوستان کا ایک وفد بارگاہِ نبوی میں حاضر ہوا تھا اور آپ ﷺ نے اس کے ساتھ شفقت واکرام کا معاملہ فرمایا تھا، تاہم اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ جستجوئے حق اور طلب رشد و ہدایت کی غرض سے ہندوستان کا ایک وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی

زندگی کے آخری ایام میں روانہ ہوا؛ لیکن مدینہ منورہ اس وقت پہنچ پایا، جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت کا آغاز ہو چکا تھا، اس کے بعد سے ہمیشہ یہ سرزمین اسلام سے وابستہ رہی اور ایمان کے گل سدابہار سے شاد کام ہوتی رہی، کئی صحابہ بھی یہاں تشریف لائے اور بہت سے تابعین وتبع تابعین بھی یہاں خیمہ زن ہوئے۔

اس کے بعد ہمیشہ علماء وصوفیاء اور داعیان و متکلمین کے قافلے اس خطہ میں آتے رہے، وہ جہاں گئے اور جہاں اپنی چٹائی بچھائی، رشد و ہدایت کے پودے لہلہانے لگے، خاص کر جب عالم اسلام میں تاتاریوں نے ظلم وغارت گری کا بازار گرم کیا اور مسلمانوں کی جان ومال اور عزت وآبرو کی بربادی اور ان کے خون ولہو کی ارزانی اس مقام پر پہنچ گئی کہ اس سے پہلے کبھی ایسا روح فرسا منظر دیکھا نہیں گیا تھا تو علماء وفقہاء اور مشائخ وصوفیاء نے جوق درجوق ہندوستان کا رُخ کیا اور یہیں سے ان کا فیض جاری ہوا۔

غرض کہ ہندوستان بھی ان خطوں میں سے ہے، جو اسلامی علوم اور دین کی دعوت واشاعت کا عظیم مرکز رہا ہے، خاص کر گذشتہ دوصدیوں میں ہندوستان سے ایسی وسیع الاثر تحریکات اُٹھی ہیں، جنھوں نے پوری دنیا پر گہرے اثرات ڈالے ہیں اور متعدد ایسی عبقری شخصیتیں پیدا ہوئی ہیں، جو زمانے کے ساتھ چلنے والی نہیں تھیں؛ بلکہ خود زمانہ ساز تھیں، جو اپنی ذات سے ایک انجمن کا درجہ رکھتی تھیں، ان کی نوائے درد ہندوستان کی حدود اربعہ سے نکل کر عالم اسلام اور عالم عرب کے گوشہ گوشہ تک پہنچ گئی، اس نے لاکھوں خواب غفلت میں سوئے ہوئے لوگوں کے لئے صور اسرافیل کا کام کیا اور انھوں نے باطل افکار وتحریکات کے ہجوم میں قبلہ نمائے حق کا فریضہ انجام دیا۔

ایسی ہی چند منتخب اور گنی چنی شخصیات میں سے ایک ممتاز شخصیت مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نور اللہ مرقدہ کی تھی، اللہ تعالیٰ نے انھیں دوررس نگاہ، اخاذ ذہن، دردمند دل، حالات کی تہہ تک پہنچنے والا دماغ، اسلام اور اسلام سے مربوط ہر شئے سے بے پناہ عشق، رسول عربی ﷺ سے حد درجہ محبت ووارفتگی، دل ودماغ پہ دستک دینے والی زبان اور قلب ونظر کو فتح کر لینے والا قلم عطا فرمایا تھا، وہ حسن اخلاق کا پیکر تھے، جو شخص جتنا قریب ہوتا وہ اسی قدر ان کی محبت کی شبنم سے خنک بار ہوتا، اگر کوئی شخص ایک

بار بھی مل لیتا تو وہ عرصہ تک آپ کی ملاقات کی حلاوت سے شادکام رہتا، علم و عمل، فکر و نظر اور دل و دماغ کی جو جامعیت ان کی شخصیت میں نظر آتی ہے، گذشتہ صدی میں علامہ سید سلیمان ندویؒ کے علاوہ کہیں اور نظر نہیں آتی، وہ واقعی علامہ اقبالؒ کے مرد مومن اور دانائے راز تھے اور شاعر مشرق کے اس شعر کا مصداق تھے :

اس کی اُمیدیں قلیل، اس کے مقاصد جلیل
اس کی ادا دل فریب، اس کی نگہ دل نواز

ان کی زندگی کا ایک نمایاں پہلو افراد سازی اور مردم گری ہے، نہ جانے کتنی ہی شخصیتیں جو آج علم و ادب کے آسمان پر کواکب و انجم بن کر درخشاں ہیں، انھیں اسی خورشید تربیت نے درخشانی دی ہے، اور مختلف لوگوں نے اپنی اپنی صلاحیت، اپنے اپنے ظرف اور سعادت مندی کے لحاظ سے کسبِ فیض کیا ہے، ان میں ایک نمایاں ترین شخصیت مخدوم گرامی استاذ الاساتذہ حضرت مولانا سعید الرحمن اعظمی دامت برکاتہم کی ہے، تدریس کے ذریعہ ان کی فیض رسانی تقریباً نصف صدی کو محیط ہے، وہ اقلیم ادب کے تاجور اور میدان علم کے فاتح شہسوار ہیں، ہزاروں طالبان علوم نبوت نے ان سے کسبِ فیض کیا ہے، جو خود شہروں شہروں، ملکوں ملکوں چشمۂ فیض بنے ہوئے ہیں، وہ زمانہ کے نبض شناس صحافی ہیں اور ملکی اور عالمی حالات پر ان کے فکر انگیز تجزیے اصحابِ نظر کو متاثر کرتے ہیں، اُردو اور خاص کر عربی زبان و ادب کا ذوق انھیں من جانب اللہ ودیعت ہوا ہے، میں نے خود بعض عرب علماء سے "البعث الإسلامي" اور اس کے اداریوں کی منھ بھر بھر کر تعریف سنی ہے، افراد سازی کا ملکہ انھیں اپنے استاذ و شیخ سے حاصل ہوا ہے، خورد نوازی اور چھوٹوں کی حوصلہ افزائی کے لئے وہ ایک مثال اور نمونے کا درجہ رکھتے ہیں، اُصول کی پابندی اور نظم و ضبط کے معاملہ میں پختگی کا سبق ہم جیسے خوردوں کو ان سے حاصل کرنا چاہئے، اوقات و معمولات کی پابندی میں ان کی مثال شاید و باید مل سکے، وقت نماز کا ہو یا سبق کا، دفتری

کاموں کا ہو یا تلاوت کا، مولانا کے معمول کو دیکھ کر گھڑی ملائی جا سکتی ہے، جہدِ مسلسل کی ایک تصویر اور سراپا صدق وصفا:

نرم دمِ گفتگو، گرم دمِ جستجو

رزم ہو یا بزم ہو، پاک دل و پاکباز

مؤلف کتاب کے ان کمالات میں ان کی ذاتی صلاحیت اور خدا داد استعداد کے ساتھ ساتھ ایک طرف اپنے استاذ وشیخ حضرت مولانا علی میاں ندویؒ کی صحبت بافیض کا اثر ہے اور دوسری طرف ایک علمی ودینی خانوادہ سے تعلق کا بھی، آپ کے والد ماجد حضرت مولانا محمد ایوب اعظمیؒ اپنے عہد کے جلیل القدر علماء اور مقبول ومعروف اساتذۂ حدیث میں تھے، جامعہ تعلیم الدین ڈابھیل میں طویل عرصہ تک بخاری شریف کی تدریس ان سے متعلق رہی، آپ کے برادر بزرگ حضرت مولانا حکیم عزیز الرحمن صاحب نہ صرف فن طب میں اختراعی اور اجتہادی شان رکھتے تھے؛ بلکہ انھیں اسلامی علوم میں بھی بڑا درک حاصل تھا، اور نہایت ذہین وطباع شخص تھے، اس حقیر کو بھی ان سے ملاقات کی سعادت حاصل ہے؛ بلکہ وہ مجھ پر بہت مہربان بھی تھے، ان کی مجلسی گفتگو بڑی عالمانہ اور معلومات افزا ہوا کرتی تھی، پھر مولانا جس خاک سے اٹھے ہیں یعنی اعظم گڑھ، وہ واقعی ماضی قریب میں ''شیراز ہند'' کا درجہ رکھتا تھا، جس نے علامہ شبلی نعمانیؒ جیسے مورخ، سیرت نگار، محقق وصاحب طرز ادیب اور مولانا حبیب الرحمن اعظمی جیسی علم حدیث کی نابغۂ روزگار شخصیت کو پیدا کیا اور جہاں سے خاص کر حدیث، تاریخ اور ادب کے میدان میں کام کرنے والی بڑی بڑی ہستیاں اُردو زبان کو اور ملتِ اسلامیہ ہند کو ملیں۔

یہ تالیف جو اس وقت میرے سامنے ہے، یہ بیک وقت آپ بیتی بھی ہے اور جگ بیتی بھی، مولانا کو ان کے والد ماجد نے یوں تو ندوہ میں داخلہ کے لئے بھیجا تھا؛ لیکن اصل مقصود یہ تھا کہ آپ حضرت مولانا علی میاں ندویؒ کے دامن تربیت سے وابستہ ہوں؛ چنانچہ یہ وابستگی ایسی اٹوٹ رہی کہ تادم آخریں آپ مولانا کے مقرب ترین اور معتمد ترین لوگوں میں شامل رہے اور ندوہ کے ساتھ آپ کا تعلق لازم وملزوم کا سا رہا، مؤلف گرامی نے اپنی اس

تالیف کو تینتیس (۳۳) ابواب میں تقسیم کیا ہے، پہلے تین ابواب میں آپ کی طالب علمی کا تذکرہ ہے، جس میں ندوۃ العلماء کے مقاصد، ندوہ کی فکر اور اس کا مزاج، زمانہ طالب علمی میں حضرت مولانا علی میاں ندویؒ سے تعلیمی و تربیتی تعلق کا تذکرہ ہے، چوتھے باب سے لے کر بیسویں باب تک کا حصہ حضرت مولانا علی میاں ندویؒ کی فکر، ان کی داعیانہ کاوشوں، ان کی علمی فتح مندیوں، عالم اسلام سے تعلق، اور عالم اسلام اور برصغیر میں حضرت مولانا کی پذیرائی، مختلف ملکوں اور علاقوں کے اسفار اور ان مواقع پر حضرت مولانا کے خطابات اور ان کے نتائج واثرات کی تفصیلی داستان ہے اور یہ داستان ایسی خوش اُسلوبی اور زبان وادب کی رعنائی کے ساتھ لکھی گئی ہے کہ پڑھنے والے کے لئے اس کی لذت بڑھتی چلی جاتی ہے اور مؤلف کی محبت وعقیدت کی خوشبو ہر ہر سطر پر قاری کے مشام جاں کو معطر کرتی ہے۔

اس داستان میں بہت سی اہم شخصیتوں کا ذکر خیر بھی آ گیا ہے، خاص کر مخدومی ومطاعی حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی متع اللہ المسلمین بطول حیاتہ کے حالات، حضرت مولانا علی میاں ندویؒ کا ان پر غیر معمولی اعتبار واعتماد، معاملہ فہمی، اُلجھے ہوئے مسائل کی عقدہ کشائی کی صلاحیت، طہارتِ اخلاق اور حسن سیرت نیز اپنے رفقاء اور خوردوں پر ان کی شفقت کی واضح تصویر بھی سامنے آتی ہے، اس کے علاوہ کتاب میں بہت سے مقامات، تنظیموں، تحریکوں اور کتابوں کا جامع، دلچسپ اور متاثر کن تعارف بھی آ گیا ہے اور مختلف واقعات سے مؤلف کا اخذ واستنتاج اور ان نتائج کو خوش اُسلوبی سے قاری تک پہنچانا اس کتاب کا امتیاز اور پڑھنے والوں کے لئے ان کی طرف سے ملنے والی قیمتی سوغات ہے، اس کتاب کو پڑھ کر مؤلف کی تواضع، فروتنی اور اپنے بڑوں کے مقابلہ اپنی نفی کا ایک ایسا نمونہ سامنے آتا ہے، جو واقعی علماء اور اہل قلم کے لئے اُسوہ کا درجہ رکھتا ہے، اکتیسواں اور بتیسواں باب اقبال کے مرد مومن مولانا علی میاں ندویؒ کے سفر آخرت اور مولانا کی وفات کے بعد عالم اسلام اور برصغیر کی طرف سے آپ کی شخصیت پر نچھاور کئے گئے گلہائے عقیدت اور ثمرہائے محبت کے لئے وقف ہے، جس میں مصنف کا سوز و

دردسمت آیا ہے، آخری باب میں کچھ اور اہم شخصیتوں کا تذکرہ بھی ہے۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ برصغیر کی شخصیتوں میں حضرت مولانا علی میاں ندویؒ پر ان کی وفات کے بعد کم عرصہ میں سب سے زیادہ لکھا گیا؛ لیکن مولانا اعظمی کی یہ تالیف ان کتابوں میں ایک امتیازی شان رکھتی ہے، جس میں ایک ایسا شخص مولانا کی فکر، ان کے مزاج و مذاق، طرز زندگی، علمی و ادبی مقام، ذاتی زندگی اور اخلاق و عادات پر روشنی ڈال رہا ہے، جو سفر و حضر کا حاضر باش، شب و روز کا مقرب ہے اور وہ صاحب تذکرہ کی ہر حرکت و سکون اور قول و عمل کو نگاہ عبرت سے دیکھتا اور دامن دل سے باندھتا جاتا ہے، اس کے ساتھ ساتھ یہ تالیف خود حضرت مولانا سعید الرحمن اعظمی ندوی کی علمی و تدریسی زندگی کا بہترین سفرنامہ بھی ہے، جس میں اکثر مولانا نے اپنے آپ کو چھپانے اور پیچھے رکھنے کی کوشش کی ہے؛ لیکن ایک طالب علم اس کے بین السطور میں خود مؤلف کی زندگی کو پڑھ سکتا ہے اور اسے اپنے لئے نقش راہ بنا سکتا ہے۔

اتنے بڑے عالم و ادیب اور خود اس حقیر کے مخدوم و بزرگ کی اس عظیم الشان تالیف پر اس حقیر کا کچھ لکھنا 'چھوٹا منھ بڑی بات' کے مصداق ہے؛ لیکن مؤلف محترم کے حکم پر ایک سعادت سمجھ کر یہ چند سطریں لکھی گئی ہیں کہ ان سے سیدی وسندی حضرت مولانا علی میاں ندویؒ اور مخدومی و محترمی حضرت مولانا اعظمی کے ذکر خیر میں اس کم سواد کو شرکت کی سعادت حاصل ہو رہی ہے:

بلبل ہمیں کہ قافیہ گل شود بس است

دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ مؤلف گرامی کا سایۂ عاطفت ملت اسلامیہ پر تادیر قائم رکھے اور ان کا سرچشمہ علم دیر اور بہت دیر تک جاری رہے۔

واللہ هو المستعان۔

۴۸ ؍سال شفقتوں کے سائے میں

مبارک نسبتوں سے مزین

ڈاکٹر مسعود الحسن عثمانی
جنرل سکریٹری دینی تعلیمی کونسل، اتر پردیش

مفکر اسلام مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ کے سانحہ وفات کو بارہ سال گذر گئے، لیکن زمین و آسمان گواہ ہیں کہ اس مدت میں ان سے تعلق رکھنے والے، سیرت و کردار کی قدر کرنے والے، پیغام و دعوت اور دینی دردمندی اور جرأت ایمانی سے استفادہ، اور حرارت حاصل کرنے والے، فکر و نظر کو مشعل راہ سمجھنے والے، بے لوث اور مخلص معتقدین ایک لمحہ کے لئے بھی اس غم کو فراموش نہیں کر سکے، مولانا کی دینی اور علمی خدمات کی تشہیر و واعتراف کا ایک سلسلہ ہے، جو عرب و عجم اور مشرق و مغرب میں اب تک جاری ہے، شہرت اور مقبولیت کے علاوہ حضرت علی میاں کی شخصیت میں قدرت کی طرف سے محبوبیت کا جو عنصر بطور خاص عطا فرمایا گیا تھا وہ صرف اور صرف حضرت مولانا کا حصہ تھا۔

دار العلوم ندوۃ العلماء کے مہتمم اور دینی تعلیمی کونسل کے نائب صدر مولانا سعید الرحمن الأعظمی ندوی کی تازہ تصنیف ''۴۸ ؍سال شفقتوں کے سائے میں'' بظاہر ان کی علمی سوانح ہے، لیکن دراصل یہ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی کی سیرت و شخصیت کا ایک خوبصورت آئینہ ہے، جس میں مولانا کے علمی نقوش، قلب و نظر کی دینی شناخت، ملک

وملت کے مسائل کے پیش نظر فکر واضطراب، ملک و بیرون ملک دینی اور دعوتی حلقوں کے لئے روحانی پیغام، اور حکومتوں کے سامنے جرأت ایمانی اور احساس ذمہ داری کے ساتھ بھرپور اظہار خیال کی جھلک نمایاں ہے، مولانا سعید الرحمن الاعظمی ندوی نے اپنی شخصیت اور علمی کمالات کو زیادہ سے زیادہ چھپانے کی کوشش کی ہے، اور اس داستان عظیم میں مولانا علی میاںؒ کی ذات بابرکات اور کمالات کو نہایت خوبصورتی سے قلمبند کیا ہے، جس سے ان کے قلم کا وقار، انداز فکر کا اعتبار اور مجموعی طور پر کتاب کی اہمیت، افادیت اور عظمت وافتخار میں اضافہ ہوا ہے، مولانا سعید الرحمن الأعظمی ندوی اس وقت بین الأقوامی سطح پر دینی اور علمی حلقوں میں معروف اور قابل احترام ہیں، لیکن وہ اس کو فراموش نہیں کر سکے ہیں کہ اس مقام تک پہونچنے میں مولانا علی میاںؒ کی فکر اور ان کی شفقتوں کے ساتھ ندوۃ العلماء سے قدیم تعلق کی برکتوں کا بھی دخل رہا ہے، انہوں نے اپنے نصف صدی کے ایمانی اور روحانی سفر کی قابل غور اور لائق مطالعہ روداد میں اس پہلو کو خوب خوب نمایاں کیا ہے، کچھ ایسے بزرگوں کا عقیدت مندانہ تذکرہ ہے، جن کی شفقتوں کے سایہ میں انہوں نے اپنا قیمتی وقت صرف کیا ہے، اور کچھ ایسے ہیں، جنہوں نے خود مولانا کی شفقتوں سے بہت کچھ حاصل کیا ہے، یہ ایک اہم اور قابل قدر فہرست ہے، جن کی محبتوں اور یادوں سے مولانا کا قلب سعید لبریز ہے، اور جن کے نام اور تذکرے گل بوٹے کی طرح سجائے گئے ہیں، کتاب کا خوبصورت عنوان عصر حاضر کے لئے ایک پیغام ہے، ایک قابل غور وفکر نکتہ ہے کہ الفاظ کا سنجیدہ اور معنوی انتخاب کس عظمت کا باعث ہوتا ہے، اس فہرست میں سب سے عظیم شخصیت حضرت مولانا علی میاںؒ کی ہے، جس کا عکس پوری کتاب میں نمایاں ہے، مولانا سعید الرحمن الأعظمی نے مولانا علی میاںؒ کی تعلیم وتربیت، ان کی شفقتوں اور ندوۃ العلماء سے قدیم ربط وتعلق اور اس کی برکتوں کا ذکر خیر اس انداز میں کیا ہے کہ گویا یہ ایک علمی اور دینی قرض تھا، جس کی ادائیگی کا ایک خوبصورت وسیلہ ہاتھ آگیا ہے۔ مولانا اعظمی نے لکھا کہ و عمل اور عقل وحکمت کا حسین امتزاج، فراست ایمانی اور ذکاوت عقل ہے علم

ودانش، دوراندیشی، اخلاق حسنہ، فکر کی بلندی اور انسانیت کی عظمت کا نام ہے مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی۔

حضرت مولانا علی میاں کی وفات رمضان میں جمعہ کے روز ہوئی تھی، ندوہ کی مسجد اس خبر کے بعد ہچکیوں سے گونج رہی تھی، مولانا سعید الرحمن الأعظمی کے لئے امامت مشکل ہوگئی تھی، مولانا برہان الدین سنبھلی سے گلے لگ کر روتے ہوئے دیکھا گیا، مولانا اعظمی کی تصنیف (۴۸ رسال شفقتوں کے سائے میں) ان کے آنسوؤں کا عکس جمیل، خوابوں کی روح پرور تعبیر اور فکر ونظر کی روشن تفسیر ہے۔

تحریک ندوۃ العلماء اور مفکر اسلام مولانا علی میاںؒ کی شخصیت کا جامع مرقع اور معتبر دستاویز

محمد راشد خان ندوی
صحافی روزنامہ راشٹریہ سہارا

ہندوستان دنیا کے ان خوش نصیب ملکوں میں سے ایک ہے، جہاں اسلام کی کرنیں طلوع اسلام کے کچھ ہی عرصہ کے بعد پہنچ گئیں، تاریخ کے مطابق جنوبی ہند کا ایک راجہ معجزۂ شق القمر دیکھ کر مشرف بہ اسلام ہو گیا تھا، لیکن اسے اگر محض تاریخی واقعہ ہی تسلیم کیا جائے تب بھی معروف و معتبر عالم دین مولانا خالد سیف اللہ رحمانی کے بقول اس میں کوئی شبہ نہیں کہ رشد و ہدایت کی تلاش میں ہندوستان کا ایک قافلہ حضور آقائے مدنی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے آخری ایام میں روانہ ہوا، لیکن مدینہ منورہ اس وقت پہنچا جب خلیفہ دوم حضرت عمر فاروقؓ کی خلافت کا آغاز ہو چکا ہے، اس کے بعد مبلغین اسلام کے قافلے یہاں آتے رہے اور اپنے چشمہ فیض سے انسانیت کو سیراب کرتے رہے پھر جب یہاں مسلم سلاطین کی آمد ہوئی تو اپنے ساتھ بہت سے رسوم و خرافات بھی لے کر آئے جس کے اثرات بد: ''**الناس علی دین ملوکھم**'' کے مصداق فطری طور پر عوام پر پڑے ان حالات میں اسلام کی صحیح تصویر پیش کرنے کے لئے وقتاً فوقتاً تحریکیں اٹھتی رہیں، خاص طور سے گزشتہ چند صدیوں میں خاک ہند سے ایسی تحریکیں اور ایسی عبقری شخصیات معرض وجود میں آئیں جنہوں نے پوری دنیا پر مثبت اثرات ڈالے اور اسلام کو اس کے صحیح خدوخال کے ساتھ پیش کرنے کا عظیم الشان کارنامہ انجام دیا، ایسی تحریکات و شخصیات میں تحریک ندوۃ العلماء و مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کا نام نمایاں طور پر لیا جا سکتا ہے۔

مولانا ڈاکٹر سعید الرحمن اعظمی ندوی کی زیر نظر کتاب ''۴۸ سال شفقتوں کے سائے میں'' تحریک ندوۃ العلماء کے بھرپور تعارف اور مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی کی معیت میں گزارے ۴۸ برسوں کی دلچسپ روداد ہے، جس میں نہ صرف مذکورہ تحریکوں وشخصیت پر روشنی پڑتی ہے، بلکہ درجنوں ابنائے ندوہ کا تذکرہ بھی اس میں شامل ہے، جس کی وجہ سے کتاب کی افادیت دو چند ہوگئی ہے، دارالعلوم ندوۃ العلماء کی ایک اہم خصوصیت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے مصنف ڈاکٹر سعید الرحمن اعظمی رقم طراز ہیں: ''ندوہ نے عربی زبان کو ایک زندہ متحرک اور حرارت سے لبریز زبان کی حیثیت سے پڑھنے اور لکھنے پر زور دیا، اس مقصد کے حصول کے لئے ذمہ داران نے ایک ایسا جامع نصاب تیار کیا جس سے نہ صرف یہ کہ یہ صلاحیت پروان چڑھے، بلکہ اس سے فطری طور پر لگاؤ پیدا ہو جائے، یہ ایک حقیقت ہے کہ کوئی بھی زبان صحیح طور پر اسی وقت سیکھی جا سکتی ہے جب سیکھنے والے کا مقصد بلند ہو اور وہ اس راہ میں اپنی پوری توانائی صرف کرنے کا مزاج رکھتا ہو، عربی زبان تو تمام زبانوں میں ایک خاص درجہ رکھتی ہے اس لئے اس کے حصول کی خاطر جانفشانی اور سخت محنت کوشی کی ضرورت ہے، ندوۃ العلماء نے اسی آفاقی تصور کے ساتھ عربی زبان کی تحصیل پر توجہ دی، ہندوستان کے مروجہ قدیم نصاب تعلیم کے اندر اس کی صلاحیت تو تھی کہ طالب علم عربی عبارتوں کو سمجھ لے لیکن مختلف شعبہائے زندگی میں بے تکلف استعمال کرنے اور بولنے کی استعداد بالکل نہیں پیدا ہوتی تھی، چنانچہ ندوہ نے اس کو گوشۂ عافیت سے نکال کر رواں دواں زندگی کا جز بنایا، اس نصاب کو پڑھ کر ایسے عربی داں پیدا ہوئے جو خطابت، انشاء پردازی میں اپنی مثال آپ تھے۔''

مولانا علی میاں ندوی کی فکر اور مسلمانوں سے ان کے گہرے تعلق کے بارے میں بھی کتاب کا ایک اقتباس ملاحظہ فرمائیں، مصنف صفحہ نمبر 168 پر رقم طراز ہیں: ''حضرت مولانا کو پوری دنیا کی امت مسلمہ سے نہایت ہی قلبی اور روحانی تعلق تھا، وہ چاہتے تھے کہ مسلمان صراط

مستقیم پر قائم رہیں، دنیاوی وجاہت کو اسلام پر کسی حال میں ترجیح نہ دیں، ان کو یہ بھی احساس تھا کہ مسلمان اپنے ایمانی طریقہ اور عقیدہ کے ستھرے پن سے دور ہو گئے ہیں، دنیا کی مادی تہذیبوں اور تمدنی فلسفوں کا اثر بڑی حد تک قبول کرنے لگے ہیں، وہ مادی مال ومتاع کی بھول بھلیوں میں پہنچ کر اپنے عقیدہ اور ایمان سے کسی حد تک بیگانہ ہو گئے ہیں، حضرت مولانا نے مختلف اسلوب و انداز کے ساتھ امت مسلمہ کو خواہ عرب ہو یا عجم ہر جگہ مخاطب کیا اور ان کو اپنا منصب قیادت اور اپنی عظمت رفتہ کا احساس دلایا، وہ ہر اس تحریک اور دعوت کے مؤید اور اس سے منسلک تھے جو اسلام کی سربلندی، اعلائے کلمۃ اللہ اور مسلمانوں کو ان کے منصب قیادت و ہدایت کی طرف لے جاتی ہو اور دین و دنیا کے بارے میں اس کا موقف واضح ہو، ہندوستانی مسلمانوں کے لئے ان کے وسیع قلب میں بڑی گنجائش تھی اور وہ ان کے مستقبل کے لئے بے حد فکرمند تھے، ان کی آنے والی نسلوں کے لئے دین پر باقی رہنے کی بے چینی ان کے رگ و ریشہ میں سرایت کر گئی تھی وہ دینی تعلیمی کونسل کے ذریعہ آنے والی نسلوں کے بنیادی عقائد اور ان کے ایمان بالغیب کی حفاظت کے لئے ہمہ وقت بے چین رہتے تھے، ان کا خیال تھا کہ اگر ہم نے اس اہم ترین پہلو کو بے توجہی کا شکار بنایا تو مسلمان بچوں کو عقیدۂ توحید و رسالت، حساب و کتاب اور آخرت کی زندگی کے بارے میں کچھ بھی نہ معلوم ہو سکے گا، اس صورت حال کو روکنے کے لئے جو مسلمانوں کا سب سے بڑا مسئلہ ہے بچوں کی دینی تعلیم کی طرف توجہ کرنے کی انتہائی ضرورت اور وقت کا سب سے بڑا تقاضا ہے۔''

مصنف نے 872 صفحات پر مشتمل کتاب کو 33 ابواب میں منقسم کیا ہے۔ پہلے تین ابواب میں صاحب کتاب نے اپنے دور طالب علمی، مولانا علی میاں کی خدمت میں حاضری اور اپنی ادبی سرگرمیوں کا ذکر کیا ہے، چوتھے سے بیسویں باب تک مفکر اسلام مولانا علی میاںؒ کی ایک داعیانہ زندگی کے شب و روز الگ الگ عناوین سے بیان کئے گئے ہیں، جبکہ 21 سے 33 ویں باب تک

مفکر اسلامؒ کے ساتھ ساتھ دیگر اکابرین کے سوانحی گوشوں کو بھی اجاگر کیا گیا ہے، کتاب باطنی خوبیوں کے ساتھ ظاہری خوبیوں سے بھی مزین ہے، کاغذ، طباعت، کمپوزنگ اور ٹائٹل کو صاحب کتاب کے بہترین ذوق کا آئینہ دار کہا جا سکتا ہے، اس میں کوئی شبہ نہیں کہ یہ کتاب تحریک ندوۃ العلماء اور میر کارواں مفکر اسلام مولانا علی میاں کی شخصیت کا جامع مرقع اور معتبر دستاویز ہے۔

اسلامی ثقافت اور ندوۃ العلماء

مولانا عمیر الصدیق دریابادی ندوی
مدیر ماہنامہ معارف دار المصنفین اعظم گڑھ

تحریک ندوۃ العلماء اور دار العلوم ندوۃ العلماء کی تاریخ دراصل انیسویں صدی کے اواخر سے اب تک ہندی ملت اسلامیہ کی نشأۃ ثانیہ کی گویا ایک تاریخ ہے، روایات اور عصری ضرورت اور ملت کے مختلف الابعاد نظریات اور رجحانات کو مثبت، نافع اور مستقیم سمت دینے کی ندوۃ العلماء کی نیت اور کوشش، نوعیت اور نتائج کے لحاظ سے گہرے اور غیر جانب دارانہ مطالعہ وتجزیہ کی متقاضی ہے، ادعائیت سے اس تحریک کو ہمیشہ نفور رہا، اعتصام بحبل اللہ اور امت مسلمہ کی خیر خواہی اور اسلام کی سربلندی کے لیے باخبری اور شعور کی سلامتی نے اس تحریک کو بہرحال عام امت کی نظر میں وقعت بخشی اور ان کے دلوں میں عزت بھی بخشی۔

زیر نظر کتاب میں ثقافت کے لفظ کا ابہام پہلے ہی باب سے دور کردیا گیا کہ اسلامی ثقافت کا سرچشمہ قرآن کریم ہے اور ندوہ کا بنیادی مقصد اسی قرآن کریم اور اس کے علوم کی نشر واشاعت ہے، عربی زبان وادب میں ندوہ کے امتیاز کی شہرت محض لغات ولسانیات تک محدود نہیں، بلکہ یہ امتیاز صرف قرآن کریم کی خدمت کی بدولت ہے. آج ندوہ کسی نہایت ترقی یافتہ تعلیمی ادارے کی طرح مختلف کلیات ومعاہد سے معمور ہے اور ہر شعبہ متحرک اور فعال ہے، لیکن دعوت الی اللہ، ارشاد واصلاح معاشرہ کے بلند مقاصد میں صرف ایک جذبہ کارفرما ہے اور وہ ہے قرآن اور شارع اسلام کے پیام کو عام کرنا، اس

کے پاک نیت بانیوں کا اخلاص ہی تھا کہ شیخ وقت مولانا امداد اللہ مہاجر مکیؒ نے ندوہ کے قیام کو تائید غیبی سے تعبیر کیا تھا، مولانا فراہیؒ وعلامہ شبلیؒ سے موجودہ اساتذہ تفسیر وحدیث و لغت تک ایک کہکشاں ندوہ کی زمین کو رفعت میں آسمان بناتی رہی، اس کتاب میں اس حقیقی اسلامی ثقافت کے فروغ میں ندوۃ العلماء کی خدمات کا مفصل ومدلل بیان خود ندوہ کے لائق ترین اور مستند ترین نمائندہ ونمونہ کے قلم سے ہے، فاضل جلیل مصنف عربی اور اردو دونوں زبانوں میں جس مقام رفیع کے حامل ہیں وہ محتاج تعارف نہیں، ندوہ کے وہ مہتمم ہی نہیں، نصف صدی سے زیادہ عرصہ میں ندوہ کے ہر مرحلہ تعمیر کے وہ رکن رکین بھی رہے ہیں ، دقت نظر اور وسعت معلومات نے اس کتاب کو دستاویزی حیثیت دے دی ہے ، ندوہ کی عصری معنویت تحریک ندوہ اور عقیدہ ختم نبوت اور اسلامی ثقافت ومسائل و حقائق جیسے موضوعات اور اساطین ندوۃ العلماء کے تذکروں نے کتاب کی افادیت میں چار چاند لگادیے ہیں ، مولانا واضح رشید ندوی کا یہ احساس قطعی برحق ہے کہ ندوۃ العلماء کی تابندہ فکر اور اس کے عالی مقام حاملین کا تذکرہ آج کے بگڑے ہوئے ماحول کے لیے خضر راہ ثابت ہوگا۔

اسلامی ثقافت اور ندوۃ العلماء

از مولانا ڈاکٹر سعید الرحمٰن اعظمی ندوی

تبصرہ نگار: مولانا حافظ عمیر الصدیق ندوی
(مدیر معارف دارالمصنفین، اعظم گڑھ)

ثقافت کا لفظ آج کسی معاشرہ کی زندگی کے ان پہلوؤں کی جانب اشارہ کرتا ہے، جن کا تعلق زندگی گزارنے کے طور طریق، آداب ورسوم اور سب سے بڑھ کر اس معاشرہ کے طرز فکر سے ہے۔ اس طرح تہذیب، تمدن اور ثقافت گویا ہم معنی الفاظ وتعبیرات یا مترادفات ہیں، زیر نظر کتاب کے فاضل مصنف کی نظر سے بظاہر یکساں مفہوم کے حامل الفاظ کا فرق پوشیدہ نہیں، انہوں نے اصل بحث سے پہلے ہی اس فرق کو یہ کہہ کر واضح کر دیا کہ ثقافت علمی نظریات وخیالات وتصورات سے عبارت ہے، جبکہ تہذیب کی اصطلاح، عملی تجربات وترقیات کو شامل ہے۔قوموں اور مذہبوں کی کثرت نے ثقافتوں کو بھی رنگارنگی اور بوقلمونی دی ہے۔اس کتاب کے عنوان کا جزو اول اسلامی ثقافت ہے، جس کے متعلق یقین سے کہا گیا کہ اس کا سرچشمہ قرآن وحدیث ہے، علمی نظریات وتصورات کا کامل ظہور، اسلام کے ان ہی دو سرچشموں سے ہوا، جو ہر زمانہ کے مطلوب تقاضوں سے اس طرح ہم آہنگ ہیں کہ ان میں فرسودگی اور بوسیدگی کا وہ احساس ہی نہیں، جو دوسری قوموں اور مذہبوں کے قدیم وجدید کو تسلسل کی جگہ تضاد وانحراف کے مقام پر لا کھڑا کرتا ہے، اسلام کے اسی امتیاز کو جاننے اور اس کی اہمیت کو تسلیم کرانے میں تحریک ندوۃ العلماء اور اس کے عملی ترجمان دارالعلوم ندوۃ العلماء نے ابتدائے قیام سے اب تک جو کوششیں کی ہیں، اس کتاب میں جائزہ اور تجزیہ کے طور پر ان پر گفتگو کی گئی ہے۔ندوہ کا

روز اول سے یہی عقیدہ ہے کہ اسلامی علوم و معارف زندہ و پائندہ حقیقت ہیں، اس لیے ہر دور کے تقاضوں اور رجحانوں اور ذہنوں کے مطابق ان علوم کی اشاعت دراصل اسلامی ثقافت کے نقوش کے اثرات وثمرات کو عام کرنے کا فریضہ ہے، یہ عین فطرت انسانی کے مطابق ہے، اس لیے وہ تعلیمی نصاب کی اصلاح ہو یا افکار و نظریات کی جدید شکل میں پیش کش ہو، علم وذوق کو جدت کی لذت سے ہم آہنگ کر کے زندگی اور معاشرہ کی صالحیت وسالمیت برقرار رکھنا اسلامی ثقافت کی خدمت ہے، ندوۃ العلماء نے جس خوبی سے اس فریضہ کو ادا کیا وہ ایک زندہ حقیقت ہے، اس کتاب میں اسی سچائی کو مدلل انداز میں پیش کیا گیا ہے اور اس ضرورت کے تحت پیش کیا گیا کہ ندوہ مغربی ثقافت بلکہ تمام مادی ثقافتوں اور تہذیبوں کے سامنے اسلامی تہذیب وثقافت کی خوبیوں کا اعلان اور انتہا پسند مادی نظریات کے مقابل جامعیت واعتدال کا مظہر ہے، اس اعلان واظہار میں وہ کتنا اور کس طرح کامیاب ہوا، اس کتاب سے ان سوالوں کا جواب تشفی بخش ملتا ہے، فاضل مصنف ندوہ کے نامور فرزند ہیں، ان کی گفتگو میں ادعائیت کی جگہ استدلال ہے اور استدلال میں انصاف ہے، اس لیے یہ کتاب ندوہ والوں کے علاوہ اسلامی ثقافت وتہذیب کی برتری پر یقین رکھنے والوں کے لیے بھی بڑی مفید ہے۔ (معارف: جون ۲۰۱۴ء)

اسلامی ثقافت اور ندوۃ العلماء: ایک تعارف

مولانا محمد ہاشم نظام الدین ندوی
مرکز جمعۃ الماجد للثقافۃ والتراث (دبئی)

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم، أما بعد:

اسلام ایک مکمل دین اور مستقل تہذیب ہے، اللہ رب العزت نے اس کو تمام انبیائے کرام کا حقیقی مذہب قرار دیا ہے، اگر چہ ان کی شریعتیں مختلف تھیں، اور احکام وقوانین میں کچھ فرق رہا، لیکن اصول میں تمام انبیاء ایک نقطہ پر متحد رہے، اسی حقیقت کی وضاحت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ اس طرح فرمائی ہے: **نحن معشر الأنبیاء، اخوۃ علات، دیننا واحد۔** ہم انبیاء کی جماعت علاتی بھائی ہیں، یعنی شریعتیں مختلف، اور دین ایک ہے۔

اسلام کے معنی اطاعت اور بندگی کے ہیں، نہ اپنا کوئی ارادہ اور نہ اپنی خواہش، بس اللہ رب العزت کا حکم، اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی پیروی، اسی کا نام رب چاہی زندگی ہے، اس کے برخلاف سراسر کفر ہے، تمرد ہے، اور نفاق ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اشارۂ غیبی پا کر جب اپنے فرزند ارجمند کو قربان کرنے کا تاریخ ساز کردار ادا کیا تو غیب سے ان کو خلیل اللہ کا خطاب ملا، گویا یہ اسلام کا پہلا مظہر تھا جو تاریخ انسانیت میں سامنے آیا۔

دیگر مذاہب کے درمیان اسلام کا امتیاز یہ ہے کہ وہ اعتدال ووسطیت کا مذہب ہے، اعتدال سے قوموں کی زندگی کامیابی سے ہم کنار ہوتی ہے، اور بے اعتدالی سے ناکامی ان کے حصہ میں آتی ہے، آسمانی کتابوں کی حامل اقوام نے جب اعتدال کو پس پشت ڈالا تو ان میں سے ایک کو ''گمراہ'' اور دوسرے کو ''لعنت وغضب کا مستحق'' گردانا گیا،

یہی وجہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بہت سی احادیث میں اعتدال کو اختیار کرنے کی طرف توجہ دلائی ہے، صحیح بخاری کی روایت میں آیا ہے کہ **كلفوا من الأعمال ما تطيقون** (اتنا ہی عمل کا التزام کرو جتنا کرسکو،) اور مسند بزار میں ہے: **ما أحسن القصد في الغنى، وما أحسن القصد في الفقر، وما أحسن القصد في العبادة** (دولتمندی میں درمیانگی کتنی اچھی ہے، محتاجی میں درمیانگی کتنی اچھی ہے، عبادت میں درمیانگی کتنی اچھی ہے)، اسلام کا یہ امتیاز اس کی ثقافت کا جز ہے، جو تہذیب اور معاشرت اس طرز پر قائم ہوگی، وہ متنوع خوبیوں کا مجموعہ ہوگی۔

ہمارے لئے بڑی سعادت کی بات ہے کہ ہمیں مخدوم گرامی قدر حضرت مولانا سعید الرحمن الأعظمی ندوی دامت برکاتہم کی وقیع کتاب "اسلامی ثقافت اور ندوۃ العلماء" کی طباعت کی توفیق حاصل ہورہی ہے، پیش نظر کتاب اپنے موضوع پر منفرد ہے، تاریخ ندوہ، اور تعارف ندوہ کے حوالے سے تو کئی چھوٹی، بڑی کتابیں زینت کتب خانہ ہیں، لیکن ندوۃ العلماء کے تعلق سے مستقل اسلامی ثقافت کو موضوع بنا کر پہلی بار اس طرح کی کتاب لکھی گئی ہے، اس میں اسلامی ثقافت کے اصول کا تذکرہ ہے اور ان کے حامل ادارہ ندوۃ العلماء پر حضرت مخدوم کا خلاصۂ مطالعہ بھی ہے، اس طرح یہ کتاب نظریہ وعمل کی جامع ہے، اسلام کی آفاقی تعلیمات کی تبلیغ اور ان میں اعتدال کی نشرواشاعت میں تحریک ندوۃ العلماء اور اس کے نمائندہ علماء کو جو امتیاز حاصل ہے وہ تاریخ کا ایک زریں باب ہے، ضرورت تھی کہ اس موضوع پر کچھ لکھا جاتا، خوشا نصیب کہ مخدوم گرامی قدر حفظہ اللہ ورعاہ نے اس پر قلم اٹھایا اور حق ادا کردیا۔

مولانا موصوف کا قلم شاداب، نگاہ بلند، فکر ارجمند اور قلب دردمند ہے، وہ جس موضوع پر قلم اٹھاتے ہیں اس پر سیر حاصل بحث کرکے اس کو ذہن سے قریب کردیتے ہیں، تاریخ وادب، تہذیب وثقافت، شعروشاعری، سیرت وسوانح، اور حالات حاضرہ، ان تمام فنون میں آپ کا انداز نگارش بڑا اچھوتا ہے، نہ مشکل الفاظ اور نہ بیجا تعبیرات کا استعمال، موضوع کیسا ہی ہو، مولانا محترم کے قلم کی سلاست سے اس کے اندر خاص کشش پیدا ہوتی ہے، مولانا

محترم کی اس سے پہلے کئی کتابیں اردواور عربی میں منظر عام پر آچکی ہیں۔عربی میں آپ کااسلوب بقول ایک مشہور ادیب : ''جاحظ کی استادی، ابن المقفع کی سلاست، عبدالحمید الکاتب کانرالا پن، عبدالقادر الجرجانی کی بلاغت اوراپنے استادومربی حضرت مولانا سیدابوالحسن علی حسنی ندویؒ کی پرسوز زبان'' کے اثر سے متصف ہے،اردو میں آپ کااسلوب اساطین اردو ادب کے اسالیب کا مجموعہ اوران کا چربہ ہے،گویا آپ نے تمام مکاتب ومسالک سے استفادہ کر کے ایک ایسا آمیزہ تیار کیا ہے جو ہر ذوق کے قارئین کیلئے باعث تسکین ہے۔

آج مسلم قوم میں اسلامی ثقافت سے بیزاری کا جو ماحول پیدا ہو گیا ہے اور بعض افراد بالخصوص نوجوان طبقہ مغربی تہذیب کونمونہ کی تہذیب اور کلچر تصور کرنے لگا ہے، اس تناظر میں مولانا کی یہ کتاب وقت کی ضرورت ہے۔

ندوۃ العلماء کی عالی فکر جن بنیادوں پر قائم ہے اس کی ضرورت پہلے سے کہیں زیادہ آج محسوس کی جارہی ہے،اعتدال مسلم معاشرہ سے تقریباً مفقود ہو چکا ہے، اتحاد کا نام ونشان نہیں،ملت کی شیرازہ بندی کرنا ایک مشکل ترین امر ہو گیا ہے۔ایسے حالات میں ندوۃ العلماء کی تابندہ فکراور اس کے عالی مقام حاملین کی کوششوں کا تذکرہ اس بگڑے ہوئے ماحول کیلئے خضر راہ ثابت ہوگا۔مولانا نے اسی ضرورت کے پیش نظر یہ کتاب لکھی ہے۔

مولانا محترم کی تقریر وتحریر کا مرکزی موضوع اسلام کی حقانیت وصداقت ہوتا ہے،آپ اسلام کومعاشرہ کے اندر مجسم شکل میں دیکھنا چاہتے ہیں،اسی لئے اسلام کے محاسن پر جب آپ کا اشہب قلم چلتا ہے تواس میں ''از دل خیزد بردل ریزد'' کا عنصر نمایاں ہوتا ہے،مفکر اسلام حضرت مولانا سیدابوالحسن حسنی ندویؒ نے مولانا موصوف کی کتاب ''شعراء الرسول في ضوء الواقع والقريض'' کے مقدمہ میں تحریر فرمایا ہے کہ:''موصوف کی یہ کتاب تاریخ وتنقید کی ایک دستاویز ہے، کم سے کم درجہ یہ ہے کہ اس پر موصوف کوڈاکٹریٹ کی ڈگری تفویض کی جائے''،آپ کی ایک کتاب ''اسوۂ حسنہ کے آئینہ میں '' ہے، بقول حضرت مولانا عبداللہ عباس ندویؒ ''یہ کتاب مولانا سعیدالرحمن اعظمی ندوی

کے جذبۂ ایمانی اور سرمایۂ محبت کی علامت ہے''، دوسری کتاب ''اسلام اور مغرب'' ہے، اس میں پروفیسر محمد وصی صدیقی نائب ناظم ندوۃ العلماء حفظہ اللہ ورعاہ نے مولانا موصوف کے قلم کی تعریف کی ہے اور آپ کو عالم اسلام کا ایک تبحر عالم، شاندار معلم، مؤرخ اور مفکر قرار دیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں: ''مولانا کو تحریر کا جو ملکہ ودیعت ہوا ہے، وہ محض ایک ہنر نہیں، بلکہ ایک وجدانی قوت ہے، یہ مصنف کے علم، روح کی پاکیزگی اور قوت بصیرت کی آئینہ دار ہے''۔

۴۸ سال شفقتوں کے سائے میں-ایک مکتوب

مخدوم ومحترم مشفق ومربی استاذ گرامی
حضرت مولانا ڈاکٹرسعید الرحمن اعظمی ندوی مدظلہ العالی
''مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ''

السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہ

اللہ سے دعا ہے کہ حضور والا خیر وعافیت سے ہوں۔

حضور والا! آپ کی حیثیت ہم طلبہ کیلئے محض ایک استاذ اور مربی ہی کی نہیں، بلکہ ایک شفیق باپ کی بھی ہے، جو بیک وقت ماہر استاذ بھی ہے، دور رس نگاہ رکھنے والا مربی بھی اور شفقت ورحمت سے بھرا دل رکھنے والا باپ بھی ہے، جو ہمہ وقت تعلیم وتربیت کے ساتھ ساتھ اپنے بچوں کے اخلاق کو سنوارنے، انہیں زندگی کا سلیقہ سکھلانے اور ان کے دلوں میں دعوت وعزیمت کا جذبہ بیدار کرنے میں لگا ہوا ہے، جس نے ان بچوں کیلئے اپنے راحت وآرام کو تج دیا ہے جو اپنی تکالیف سے بے پروا استقامت کا کوہ گراں بنے ہوئے مسلسل اپنے فرائض کو انجام دے رہا ہے، جو ان بچوں کو اللہ کی امانت سمجھ کر ان کے حقوق کی ادائیگی میں کوئی کوتاہی نہیں کرتا اور یہ سب محض رضائے الٰہی کے حصول اور اس الٰہی ونبوی فریضہ کی تکمیل کیلئے ہے، جس کو قرآن پاک کی آیت ''کنتم خیر أمة أخرجت للناس'' اور حدیث مبارک ''بلغوا عنی ولو آیة'' میں بیان فرمایا گیا ہے۔

حضور والا! یہ کتاب محض ایک کتاب نہیں، بلکہ اڑتالیس سال پر محیط ایک ایسا انسائیکلو پیڈیا ہے، جسمیں نہ صرف یہ کہ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی دینی دعوتی اور علمی جہد مسلسل اور ندوہ کی اڑتالیس سالہ تاریخ ہے، بلکہ ہم جیسے طلباء کیلئے بے شمار ایسے علمی، عملی دینی اور فکری دروس ہیں، جو مستقبل کیلئے راہ نما ثابت ہوں گے، یہ کتاب کسی ایک عنوان کا

نہیں، بلکہ ہمہ جہت معلومات اور تجربات کا احاطہ کرتی ہے، جیسا کہ جناب والا نے اس کو تینتیس ابواب پر مرتب فرمایا ہے، اس لئے اسے صحیح معنوں میں کتاب کے بجائے انسائیکلو پیڈیا کہنا زیادہ مناسب ہوگا، یہ کتاب جہاں جناب والا کی تعلیمی، تدریسی، صحافتی، ملی اور تحریکی زندگی کو پیش کرتی ہے، وہیں بے شمار افراد اور شخصیات کا تعارف، قومی اور ملی سرگرمیاں، دینی اور علمی تحریکات ہندوستان اور ہندوستان سے لیکر عالم عربی اور دیگر ممالک میں ہونے والے دینی دعوتی اسفار، کانفرنسیں اور سیمیناروں کی تفصیلات کا ایک حسین گلدستہ ہے، کتاب پڑھکر ایسا لگتا ہے کہ ہم اس دور کو اور اس دور میں پیش آنے والے ان واقعات کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں، اللہ تعالی آپ کو اس سعی جمیل پر اجر عظیم عطا فرمائے، اور ہمیں اور پوری امت اسلامیہ کو اس سے استفادہ کی توفیق بخشے۔

حضور والا! یہ ہیں میرے کچھ دلی تاثرات جو خدمت عالیہ میں پیش کئے اللہ تعالی سے دعا ہے کہ پروردگار عالم آپ کو صحت وعافیت سے نوازے اور آپ کے سائے کو ہمارے سروں پر تادیر قائم رکھے، تاکہ آپ کے دیدار سے ہماری آنکھوں کو نور اور آپ کی مجالس سے ہمارے دلوں کو ایمانی حرارت نصیب ہوتی رہے۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خادم

محمد انعام قاسمی ندوی مظفر نگری

مقیم حال دہلی

معہد الدراسات العلیا، بٹلہ ہاؤس

اوکھلا، جامعہ نگر، نئی دہلی

۱۴/ ۱۲/ ۲۰۱۲

۴۸ سال شفقتوں کے سائے میں

مفتی محمد مسعود عزیزی ندوی
چیف ایڈیٹر: ماہنامہ نقوش اسلام، سہارنپور

نام کتاب:۔ ۴۸ سال شفقتوں کے سائے میں
تالیف:۔ جناب مولانا ڈاکٹر سعید الرحمن اعظمی ندوی
صفحات:۔ ۲۷۲ قیمت:۔ ۳۵۰
ناشر:۔ مکتبہ فردوس، مکارم نگر لکھنؤ

پیش نظر کتاب ولی کامل ادیب زماں خطیب عصر حضرت مولانا ڈاکٹر سعید الرحمن اعظمی ندوی مہتمم دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کی شاہکار کتاب ہے، جس میں حضرت مصنف محترم نے مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نور اللہ مرقدہ کی شفقتیں، عنایتیں توجہات اور تعلیم و تربیت کے سلسلہ میں حضرت مولانا کی خصوصی فکر کے بارے میں تفصیل سے تحریر فرمایا ہے، پھر تعلیم کی تکمیل کے بعد حضرت کی سرپرستی و نگرانی میں علمی سفر کا آغاز ادبی اور تصنیفی ذوق کے سلسلہ میں آپ کی محنت، عربی زبان و ادب میں مہارت کے سلسلہ میں عرب دنیا کا سفر، پھر دار العلوم ندوۃ العلماء میں تدریسی زندگی کا آغاز عربی زبان و ادب کی اشاعت و تبلیغ کے سلسلہ میں عربی مجلّے کا اجراء، تصنیف و تالیف اور ندوہ کی مسجد کی امامت و خطابت جیسی عظیم الشان ذمہ داری اور اکابر علماء اور معاصر شخصیات کے سلسلہ میں تعارفی مضامین جیسی چیزیں اس کتاب میں تحریر فرمائی ہیں، گویا کہ حضرت مفکر اسلام کی زیر سرپرستی آپ نے جو ۴۸ سال گزارے ہیں ان میں آپ نے کیا پایا، کیا تجربات ہوئے، کیا باتیں پیش آئیں وہ سب اس کتاب میں درج فرمادی ہیں، اس طرح یہ ایک

عمدہ معلوماتی انسائیکلو پیڈیا ہے، جو تینتیس ابواب پر مشتمل ہے، حضرت مولانا نے اس کتاب میں اپنی زندگی کے تجربات اور پیش آمدہ واقعات سے بہت ہی خوش اسلوبی سے نتائج اخذ کئے اور پورے خلوص کے ساتھ قارئین کی خدمت میں پیش کر دیئے، بلا مبالغہ کہا جا سکتا ہے کہ حضرت مولانا سعید الرحمن صاحب اعظمی حفظہ اللہ تعالی ایک انتہائی مخلص، عالم دین، زبردست ادیب اور بہترین خطیب ہیں، بڑے مرنجامرنج طبیعت کے حامل، انتہائی متواضع شخصیت ہیں راقم نے طالب علمی کے زمانہ میں آپ کی شفقتیں اور عنایتیں حاصل کیں اور رسمی فراغت کے بعد بھی آپ کی عنایتوں اور توجہات سے محفوظ ہوا اور ہورہا ہوں، اتنا مخلص، منکسر المزاج، بے لوث، بے غرض انسان ملنا مشکل ہے، واقعی حضرت مولانا کی یہ پوری کتاب پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے، آپ نے دل نکال کر رکھنے کی کوشش کی ہے، مندرجہ ذیل ابواب کی تفصیل سے اندازہ لگانا آسان ہے:۔

پہلا باب:۔ تعلیمی ادوار

دوسرا باب:۔ حضرت مولانا کی خدمت میں بغرض استفادہ حاضری۔

تیسرا باب:۔ ادبی سرگرمیاں۔

چوتھا باب:۔ مسلم مسائل کے بارے میں حضرت مولانا کی فکرمندی اور ان کے حل کی تلاش۔

پانچواں باب:۔ سفر بغداد اور اس کے بعد کے حالات۔

چھٹا باب:۔ تعزیتی فضا اور کچھ ضروری دینی اور دعوتی اسفار۔

ساتواں باب:۔ دیار مغرب و بلاد عربیہ کے اسفار اور متعدد سرگرمیاں۔

آٹھواں باب:۔ حضرت مولانا کے چند دعوتی اسفار۔

نواں باب:۔ مصر و اسرائیل جنگ۔

دسواں باب:۔ ملک میں بے اطمینانی کی کیفیت اور حضرت مولانا پر اس کا اثر۔

گیارہواں باب:۔ حضرت مولانا کے کچھ بیرونی اسفار۔

بارہواں باب:۔ تاریخ ندوۃ العلماء کا ایک زریں ورق۔
تیرہواں باب:۔ ملک میں ایمرجنسی کی فضا اور حضرت مولانا کا اضطراب۔
چودہواں باب:۔ حضرت مولانا علی میاں صاحب کی دعوتی کوششوں کا تسلسل اور متعدد اسفار۔
پندرہواں باب:۔ علمی وادبی سرگرمیاں اور بعض اہم شخصیات کی وفات۔
سولہواں باب:۔ حضرت مولانا کی بیرونی دعوتی سرگرمیاں۔
سترہواں باب:۔ ہندوستان میں تحفظ ملت اسلامیہ کے لئے حضرت مولانا کی زبردست کوششیں۔
اٹھارہواں باب:۔ مفکر اسلام اور بعض دعوتی اسفار۔
انیسواں باب:۔ حضرت مولانا کی چند اہم سیمیناروں میں شرکت۔
بیسواں باب:۔ ملک کی خطرناک صورت حال اور حضرت مولانا کا قائدانہ کردار۔
اکیسواں باب:۔ بابری مسجد کے قضیہ میں حضرت مولانا کی شب وروز مصروفیت۔
بائیسواں باب:۔ حضرت مولانا ایک جہاں دیدہ عالم وداعی۔
تئیسواں باب:۔ حضرت مولانا کی بے مثال شفقت کا ایک تابندہ نقش۔
چوبیسواں باب:۔ ملک وبیرون ملک کی چند اہم شخصیات کا ذکر وفات۔
پچیسواں باب:۔ حضرت مولانا کی شفقتوں کے سائے میں مسلمانوں کے لئے ایک اعلیٰ تعلیمی ادارہ کا قیام
چھبیسواں باب:۔ کلید بردار کعبہ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی۔
ستائیسواں باب:۔ چند اہم شخصیات کی رحلت۔
اٹھائیسواں باب:۔ دعوت اسلامی کانفرنس اور ندوۃ العلماء میں علماء کا اجتماع۔
انتیسواں باب: عقیدۂ توحید کی حفاظت اور حضرت مولانا کی اس بارے میں حساسیت۔
تیسواں باب:۔ عالم اسلام کی ممتاز علمی اور اسلامی شخصیت۔

اکتیسواں باب:۔ مردمومن کا سفرآخرت۔

بتیسواں باب:۔ حضرت مولانا کے حادثہ وفات کے بعد چند تاثراتی تحریریں

تینتیسواں باب:۔ چند اہم شخصیات کا حادثہ وفات اور مختصراًان کے حالات اور کارنامے۔

اللہ تعالیٰ حضرت مولانا کا سایہ تادیر قائم رکھے اور اس کتاب سے ہم سب کو اور قارئین کو استفادہ کی توفیق عطا فرمائے۔

حضرت مولانا شاہ ابرار الحق حقیؒ: ایک تذکرہ

مولانا امین الدین شجاع الدینؒ
سابق ایڈیٹر پندرہ روزہ تعمیر حیات، ندوۃ العلماء

الحمد للہ دار العلوم ندوۃ العلماء اور اسکے باوقار صاحب علم وفضل مہتمم ڈاکٹر سعید الرحمٰن الاعظمی ندوی کے لئے یہ مقدر تھا کہ حضرت شاہ محمد ابرار الحق صاحب حقیؒ کی خدمات وتعلیمات پر مشتمل ایک کتابچہ سب سے پہلے مولانائے محترم ہی کے قلم گہر سے منظر عام پر آتا اور اولیت کا یہ شرف انھیں ہی کو نصیب ہوتا۔ نقش اول، نقش اول ہوتا ہے اس حالت میں جب کہ محی السنہ کی وفات کا زخم ابھی تازہ اور ہرا ہے، اس کا مطالعہ انشاء اللہ دل پر نقش وثبت ہو کر رہ جائے گا، عدیم الفرصتی کے اس دور میں صاحب ذوق قارئین اور عام قارئین بھی ایسی کتابوں یا کتابچوں کے متلاشی رہتے ہیں جو ان کے سامنے مختصر سے وقت میں جامعیت کے ساتھ بات پیش کردے، مؤلف محترم نے قارئین کے ذوق ومزاج کا لحاظ رکھتے ہوئے ۳۲ صفحات پر مشتمل اس کتابچہ میں اس مفید وموثر اصول کو نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ برتا ہے اور جس کا نتیجہ یہ سامنے آتا ہے کہ قاری کتابچہ کو ایک ہی نشست میں ختم کر کے دم لیتا ہے۔

مذکورہ کتابچہ میں جناب مؤلف نے حضرت محی السنہ کی تعلیمات کو عطر کشید کردیا ہے اور بتایا ہے کہ حضرت محی السنہ نے چھوٹی سی چھوٹی اور متروک سنتوں کے احیاء کو اپنی زندگی کا اوڑھنا بچھونا بنالیا تھا، کتاب وسنت ہی اس امت کی بنیاد واساس ہے اس کتابچہ کا مطالعہ بتاتا ہے کہ حضرت محی السنہ نے ان ہی دونوں میدانوں کو اپنی جدوجہد کے لئے منتخب کیا اور ان کے اخلاص واختصاص، دردمندی ودلسوزی اور جذب دروں نے اللہ کی رحمت کو ایسا متوجہ کیا کہ حضرت کا لگایا ہوا پودا تناور درخت بنا جس کی گھنیری چھاؤں میں کتاب وسنت سے عشق کرنے والوں اور اسے اپنا وظیفۂ حیات بنانے والوں کا وہ ہجوم

عاشقاں ہوا جن کا ذوق کتاب وسنت کا ذوق اور جن کا وجدان کتاب وسنت کا وجدان بن گیا۔

مؤلف محترم کے اس کتابچہ کی جاذبیت ومقبولیت کی ایک وجہ یہ بھی معلوم ہوتی ہے کہ باوجود صاحب قلم ہونے کے موصوف نے کتابچہ کے بیشتر حصہ کو حضرت کے ملفوظات سے مزین رکھنے کی کوشش کی ہے تا کہ کتاب وسنت کے داعی اور امت کے مصلح کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے الفاظ کی اپنی نورانیت اور اپنی تاثیر قائم رہے دل سے نکلنے والی بات دل پر گرتی ہے اور بعض دفعہ تو کوئی ملفوظ جھنجھوڑ کر رکھ دیتا ہے اور ''ضرب مومن'' کا احساس دلاتا ہے۔

جناب مولف نے بڑی خوش سلیقگی اور خوش اسلوبی سے حضرت محی السنہ کی تعلیمات وخدمات کو ان ہی کے ملفوظات کی روشنی میں اس طرح اجاگر کیا ہے کہ اس سے نہ صرف ان کی مجلس دعوت الحق کا پورا خاکہ اور طریقہ کار قاری کے سامنے آجاتا ہے بلکہ حضرت محی السنہ کی دینی ودعوتی تڑپ وکسک کا بھی اندازہ ہوتا ہے، صرف اتنا ہی نہیں بلکہ محض ۳۲ صفحات کے اس کتابچہ کا مطالعہ آخرت کی یاد دلاتا ہے اور غفلت سے جگاتا ہے اور راقم کے نزدیک یہی تاثر اس کتابچہ کا حاصل مطالعہ ہے۔

گویا اس کتابچہ سے حضرت محی السنہ کے حیات مبارکہ کی ایک ایسی جھلک سامنے آتی ہے، جو کسی شیخ کامل اور ولی کامل کی جھلک ہوسکتی ہے۔ جن کے دیکھنے کو آنکھیں اب ترسا کریں گی، ان کی تعلیمات ان کا منتخب کردہ میدان کار نیز طریقہ کار آنکھوں کو نور اور دلوں کو سرور بخشتا رہے گا۔

بروقت لکھا گیا یہ کتابچہ نشان راہ ہے جو اپنے قاری کو اس کی ترغیب دیتا ہے کہ وہ اس کتابچہ میں درج تعلیمات کی تفصیل کے لئے حضرت محی السنہ کی تالیف کردہ کتابوں سے رجوع کرے اور اب جبکہ حضرت نہیں رہے تو ان کے ملفوظات سے ہی رہنمائی حاصل کرنے کی فکر کرے، اس سے اس کتابچہ کا مطالعہ اپنے قاری پر احیاء سنت، صحت کے ساتھ

تلاوت کلام اللہ اور فکر آخرت کے دروازوں کے کھلنے کا سبب بنے گا اور نہ صرف مولف محترم کے لئے حسنات کا باعث بلکہ کتابچہ کے قارئین لطف اندوز ہونے کی رغبت دلانے اور دلوں میں اس کی جوت جگانے کا ذریعہ ووسیلہ ثابت ہوگا۔

حاصل یہ ہے کہ محی السنہ کی وفات کے کچھ دنوں بعد ہی منظر عام پر آجانے والے اس کتابچہ نے نہ صرف حضرت کی وفات سے لگے زخم پر مرہم کا کام کیا ہے بلکہ ان کے مشن کو اپنانے کا پیغام دے کر صحیح خراج عقیدت پیش کرنیکی راہ بھی سجھائی اور حسرت وافسوس کی ظلمتوں میں ایک ایسا چراغ روشن کیا ہے جس سے نہ جانے کتنوں کے دلوں کے چراغ روشن ہوں گے اور چراغ سے چراغ جلتے رہنے کا سلسلہ چل پڑے گا۔ گویا یہ کتابچہ محی السنہ کا محض تذکرہ نہیں بلکہ ان کے مشن کے تسلسل کو قائم رکھنے کی کوشش ایک کڑی اور ایک پیغام ہے۔ جناب نور علوی کو اللہ جزائے خیر دے کہ موصوف نے اسے احیاء السنہ واصلاح المنکرات سے شائع کیا ہے۔

محاضرات فی فن التدریس

مولانا نور عالم خلیل امینی ندوی

چیف ایڈیٹر ماہنامہ الداعی، دارالعلوم دیو بند

یہ کتاب ۱۷ر محاضرات کا مجموعہ ہے، مصنف نے ۱۹۸۰ء میں دارالعلوم ندوۃ العلماء کے کلیۃ اعداد المعلمین میں یہ محاضرات پیش کئے تھے، ۲۱۲ر صفحات پر مشتمل یہ کتاب حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی (ناظم ندوۃ العلماء) کے مقدمہ سے مزین ہے۔

مصنف کے بارے میں کچھ کہنا سورج کو آنکھ دکھانا ہے، مصنف مدظلہ تدریس کا طویل تجربہ رکھتے ہیں، عربی زبان وادب کے کہنہ مشق ادیب ہیں، ہزاروں صفحات تحریر کر چکے ہیں، اسی کے ساتھ قادر الکلام خطیب ہیں، طلباء کی نفسیات کا بھی گہرا علم رکھتے ہیں، چنانچہ ان کی یہ کتاب اس موضوع کی دوسری کتابوں کے مقابلہ میں طویل تجربات کی روشنی میں تحریر کی جانے کی وجہ سے نمایاں اہمیت کی حامل ہے۔

تمام محاضرات بہت ہی مفید اور نافع ہیں اور معلومات سے بھرپور ہیں، میں ذاتی طور پر پانچویں محاضرہ (مدرس کی نمایاں خصوصیات) سے بہت متاثر ہوا، اور اس سے مجھے بہت فائدہ پہونچا، وہ دس صفات وخصوصیات ہیں، جن کا تذکرہ صاحب کتاب نے کیا ہے، ۴۲ر سالہ تدریسی زندگی میں انہیں صفات کا تجربہ رہا ہے۔ گیارہواں محاضرہ (طلباء کی توجہ کو کس طرح مبذول کیا جائے) بھی اہمیت کا حامل ہے، مصنف کی یہ بات دل کو لگتی ہے کہ بعض اساتذہ اپنے طویل تدریسی تجربے کی بنا پر مطالعہ کو اہمیت نہیں دیتے۔ (۱۴۵)۔

خلاصہ یہ کہ یہ کتاب مجموعی طور پر بہت مفید اور نافع ہے، ہر وہ شخص اپنے تدریسی مشن میں کامیاب ہونا چاہتا ہے، اور متوقعہ نتائج حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اسے اس کتاب کا مطالعہ کرنا چاہئے (الداعی شمارہ ۳، جلد ۳۹، دارالعلوم دیو بند)

قافلۂ علم وادب

مولانا محمد علاء الدین ندوی

(دارالعلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ)

الحمد لله رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سید الأنبیاء والمرسلین محمد وعلی آله وأصحابه أجمعین، أما بعد:

''قافلۂ علم وادب'' جلد اول کا مسودہ راقم کے سامنے ہے، یہ پوری ۶۵۰ر صفحات پر پھیلی ہوئی، کتاب کیا ہے، بس گنجینۂ علم ودانش اور شخصیات کی پیکر تراشی، جس کی حنا بندی ادب کے گل ولالہ سے کی گئی ہے، یہ اس رجل عظیم کی فکری کاوش اور گہر بار قلم کی عطا ہے، جو خود بھی برسوں سے قافلۂ علم وادب کا میر وسلطان اور امت کی رہنمائی کا علمبردار ہے۔

زبانی اعتبار سے اس وقیع تصنیف میں دوسری صدی ہجری سے لے کر موجودہ صدی ہجری تک کی شخصیات کا تذکرہ شامل ہے، مکانی لحاظ سے اس کے جلو میں عالم عربی سے لے کر ہندوستان کے مختلف علاقوں کی ممتاز شخصیتیں قطار اندر قطار کھڑی ہیں، معروف معنوں میں یہ کتاب محض تذکرہ نگاری اور سوانح عمری نہیں ہے، بلکہ چند مایہ ناز شخصیات کے دینی، علمی، فکری، اصلاحی، تعلیمی اور بعض شخصیات کے تناظر میں تجدیدی کارناموں اور ان کی بوقلموں خصوصیات وامتیازات کا دستاویز ہے۔

خدمات وتأثرات کے پیرایۂ بیان میں اظہار ذات بھی ہے، جس میں جمالیاتی کیف کی آمیزش ہے، اس میں اساتذۂ کرام اور مربیوں کی شفقتوں سے معمور مقدس جذبات کی عکاسی بھی ہے، مناقب وفضائل کا بیان بھی ہے، اور مدح

وستائش کا اعتراف بھی، مگر ہر اعتراف واظہار جادۂ اعتدال کے دائرے میں اور ہر بات دلیل کے پیرایہ میں یا عقل ومنطق کی کسوٹی پر پوری اتری ہوئی۔

کتاب کے پہلے باب کی نمایاں شخصیات میں امام شافعیؒ کا تذکرہ ہے، شیخ المحدثین شاہ محمد اسحاقؒ اور اورنگ زیب کے کارناموں کا تعارف ہے، شیخ الہندؒ کی علمی ودینی قیادت کی مختصر، مگر جامع تاریخ ہے، حضرت تھانویؒ، حضرت حسین احمد مدنیؒ، حضرت شاہ وصی اللہؒ اور حضرت قاری طیبؒ کی حکمتوں، دانائیوں اور کارناموں کا بیانیہ بھی ہے۔

اس کتاب کا باب دوم خاص جامع فضائل وکمالات مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ کی ذات والا صفات سے تعلق رکھتا ہے، قاری اس جامع کمالات شخصیت کے بیکراں علم، فکر ونظر کی وسعتوں اور محبت وشفقت کے برتاؤ کو پڑھتے ہوئے مصنف کے جذبے کی صداقت، شعور کی بالیدگی، ایمان ویقین کی باطنی طاقت اور انداز بیان کے نورانی کیف کو محسوس کرتا ہے اور محظوظ بھی ہوتا ہے۔

باب سوم میں حضرت والا نے ''چند اسلامی ادباء وشعراء'' کا تعارف جس فکری بلندی، جذبۂ دروں اور مؤثر ادیبانہ قلم کے ذریعہ کرایا ہے، اس سے تحریر کی سطر سطر فکر وفن، ذوق جمالیات کا نمونہ بن گئی ہے، اس حصہ میں علامہ محمد اقبال کی انقلابی واصلاحی شاعری کا عالمانہ تعارف ہے، جگر مرادآبادی کے مقام ومرتبے کا تعین ہے، پرانے چراغ کے تناظر میں سوانحی ادب کی تشکیل ہے، مولانا محمد ثانی حسنی ندویؒ کی تصنیفات میں سوانحی ادب کی درخشانی کی جھلکیاں ہیں، بچوں کے ادب میں حکیم شرافت حسین کی کاوشوں کا اظہار ہے، اور ذریعۂ اظہار کے لئے جو انداز نگارش

اپنایا گیا ہے، اس میں گرمیٔ گفتار ہے، فکر وبصیرت ہے اور اسلوبِ بیان کی حلاوت ہے۔

باب چہارم ''عالم اسلام کی جلیل القدر شخصیات'' میں علم وعمل اور فکر ونظر کی متعدد اور قدآور شخصیات کے درخشاں نقوش دکھائے گئے ہیں، ان میں سید قطب شہیدؒ، شیخ الازہر ڈاکٹر عبدالحلیم محمودؒ اور پیکر علم وعمل علامہ عبدالعزیز بن بازؒ پہ عمیق معلومات پیش کی گئی ہیں۔

باب پنجم ''چند محترم اور بزرگ شخصیات'' کی ایک طلائی زنجیر ہے، جس کی مختلف کڑیاں حسب ذیل ہیں:

مولانا عبدالماجد دریابادیؒ، مولانا منت اللہ رحمانیؒ، مولانا منظور نعمانیؒ، حضرت مولانا ابرارالحقؒ، مولانا مختار ندویؒ، مولانا معین اللہ ندویؒ، مولانا ابوالطیب فرنگی محلیؒ، مولانا محمد انظر شاہ کشمیریؒ، مولانا مجیب اللہ ندویؒ، پروفیسر وصی احمد صدیقیؒ، اور مولانا محبوب الرحمن ازہریؒ۔

''والد محترم اور مشفق اساتذۂ کرام'' یہ ''قافلۂ علم وادب'' کا چھٹا باب ہے، جس میں آسمانِ علم وفضل وکمال کے گیارہ درخشاں ستارے شامل ہیں، یہ وہ اہل ایمان اور اہل دل ہیں، جو اس جہاں فانی میں صورت خورشید جیتے رہے ہیں، مصنف دام ظلہ نے علم کی کرنیں اور فقہ وبصیرت کی دولت انہی سے حاصل کی ہیں ان میں محدث جلیل مولانا حبیب الرحمن اعظمیؒ، مصنف کے والد ماجد حضرت مولانا محمد ایوب اعظمیؒ ہیں نیز مولانا عبداللطیف نعمانیؒ، مولانا ظفیر الدین مفتاحیؒ، مولانا عبدالجبار اعظمیؒ، مولانا محمد اویس ندویؒ، مولانا شاہ حلیم عطاؒ، مولانا عبدالحفیظ بلیاویؒ، مفتی محمد سعید ندویؒ، مولانا ابوالعرفان ندویؒ، ڈاکٹر عبداللہ عباس ندویؒ کا جامع تعارف شامل ہے۔

آخری باب میں ''چند باکمال رفقاء'' پہ قلم نے گہر افشانیاں کی ہیں، ان باکمال انسانوں میں سرفہرست محمد الحسنیؒ چند یادیں نیز ڈاکٹر محمد اجتباء ندوی کی یادیں، حافظ محمد اقبال اللہ کے جوار میں، مولانا حبیب الرحمن ندوی کچھ یادیں، کچھ باتیں، ڈاکٹر مقتدی حسن ازہری، مولانا شفیق الرحمن ندوی، الحاج عبدالرزاق رصاصی، پروفیسر محمد یونس نگرامی ندوی، مولانا محمد عارف سنبھلی، مولانا محمد اظہر غوری ندوی، مولانا عبداللہ حسنی ندوی، مولانا ابراہیم وغیرہ مرحومین کا تذکرہ زیر بحث آیا ہے۔

یہ مصنف مدظلہ العالی کی بے مثال بڑائی اور خوردنوازی ہے کہ اپنے شاگردوں اور چھوٹوں کو ''رفقاء'' اور عمدہ القاب عطا فرما کر اپنی رفاقت اور کریم النفسی کا ثبوت دیتے ہیں۔

کسی تصنیف کی اصل خوبی یہ بتائی جاتی ہے کہ اس میں مصنف بھی نظر آتا ہو اور جب آدمی کوئی تصنیف پڑھے تو صرف کتاب ہی کے بارے میں رائے قائم نہ کرے، بلکہ مصنف کے بارے میں بھی اظہار خیال کرے، خود راقم نے ایک جگہ لکھا ہے ''کسی بھی ادیب کا اسلوب اس کی شخصیت کا آئینہ دار ہوتا ہے، شاندار اسلوب شاندار کردار کا عکس ہوتا ہے، روشن ذہن، زندہ فکر اور جمالیاتی حس سے ایک زندہ اسلوب جلوہ گر ہوتا ہے، مولانا کی شخصیت علمی، فنی، داخلی، خارجی ہر حیثیت سے ایک ایسے چمن سے عبارت ہے، جس کی آغوش میں ہزاروں گل ولالہ کی مہک ہے، اس سے مولانا کا اسلوب ''عطر مجموعہ'' بن گیا ہے''۔ (خون جگر کے نقوش: ۱۱۷)

''قافلہ علم وادب'' پر ان صفات وشرائط کا کلی انطباق ہوتا ہے اور مصنف کی شخصیت مناقب وفضائل کا کہکشاں اور علم وادب اور فکر وفن کا عطر مجموعہ بن جاتی ہے،

گوناگوں عناصر واوصاف وکمالات سے ترکیب پائی ہوئی یہ شخصیت استاذ الاساتذہ حضرت مولانا ڈاکٹر سعید الرحمن اعظمی ندوی مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ، اڈیٹر البعث الاسلامی کی ہے، جو راسخ العلم، باعمل عالم دین، اوراردو عربی زبان وادب کے خطیب وادیب، انشاء پرداز ونثر نگار، مصنف وصحافی، معلم ومربی، داعی ومبلغ، قائدورہنما، مدیر ومنتظم، جوہرشناس وشب زندہ دار ہیں۔

مثل مشہور ہے لانا ہے جوئے شیر مشکل تر
انہیں حاصل ہے ملکہ، جوئے شیر علم لانے میں

حضرت مولانا مدظلہ العالی اس سرزمین اور اس خانوادۂ علم سے تعلق رکھتے ہیں، جہاں کا ہر ذرہ نیز تاباں بننے کی صلاحیت رکھتا ہے، مولانا تو ہیں ہی گنجینۂ کمالات۔

ایک شخص قلم پکڑنا نہیں جانتا، پکڑتا ہے تو اس کا بوجھ اٹھا نہیں پاتا، وہی قلم لپک کر مولانا کا ہاتھ تھام لیتا ہے۔اور ایسا چمٹتا ہے کہ جدا ہونا نہیں چاہتا۔

اچھے اچھے لوگ منبر ومحراب تک رسائی نہیں کر پاتے، یہی منبر ومحراب مولانا کے وجود لزوم میمنت سے نازاں وفرماں نظر آتا ہے، لوگ زندگی بھر مال ومنال اور عزوجاہ کی تلاش میں سرگرداں رہتے ہیں، مگر یہ چیزیں مولانا کے قدموں پر جبہہ سائی کرتی نظر آتی ہیں، بڑے اچھے مسلمان ہوں گے وہ جو اپنے معمولات زندگی میں قرآن کی تلاوت کوشامل کرتے ہوں گے، مگر مولانا کی قرآن سے وابستگی تو ہوا، پانی اور کھانے کی طرح کا ہے، جس کے بغیر جسم زندہ نہیں رہ سکتا، راہ خدا میں انفاق کرنے والے اغنیاء بڑے قابل مدح وستائش ہیں، مگر مولانا کی فیض رسانیوں اور قلم

کی طاقت سے اسلامی مراکز، دینی ادارے وجود میں آتے ہیں۔انجمنوں اور تنظیموں کو مالی توانائی حاصل ہوتی ہے۔ایک شخص علم ودین کی خدمت کے لئے کوئی موقع نکال لیتا ہے۔مولانا تو اپنی تمام تر زندگی کو اسی ایک مقصد کے لئے نچھاور کر چکے ہیں۔

کسی جرمنی فلسفی کا مقولہ ہے: ''بڑا آدمی وہ ہے جس کا کوئی وقت ضائع نہ ہوتا ہو''، مولانا کی بڑائی میں دسیوں کمالات جمع ہیں، ان کا ہر لمحہ سونے سے زیادہ قیمتی ہے، حاشا وکلا جو کوئی وقت مفید اور نفع بخش عمل سے خالی گزرتا ہو، مولانا کی کامیابیوں کے عناصر میں اوقات کی تنظیم کو بڑا دخل ہے۔

مولانائے محترم نے دفتر کے دفتر سیاہ کئے ہیں،نہیں علم ودانش ،فکر وفلسفۂ اسلامی اور زبان وادب کے ہیرے موتی جڑے ہیں،سب تحریری سرمائے مطبوعہ شکل میں منظر عام پر آجائیں تو لوگوں کی حیرت کی انتہا نہ رہے،''قافلہ علم وادب''اس کتاب زیست کا ایک باب ہے، اور تابدار زندگی کا محض ایک درآبدار ہے۔

مولانا کی فکر میں بڑی ہمہ جہتی وہمہ گیری اور کاملیت وجامعیت ہے، موضوع جو بھی اپنائیں، اسلام کی صداقت، اس کے دوام وخلود پہ یقین محکم اور اسے پیکر عمل میں ڈھالنے کا جذبہ درد بن کر ٹپکتا رہتا ہے۔

مولانا مدظلہ کا قلم بے حد شاداب اور زرخیز ہے، آپ کی نگاہ کی بلندی، فکر کی ارجمندی اور قلب کی دردمندی موئے قلم سے چھلک کر صفحہ قرطاس پر بکھر جاتی ہے،

کسی موضوع کے تحت قلم چلتا ہے تو فراٹے بھرتا ہے اور زیر بحث موضوع کے حدود اربعہ کا احاطہ کرتا ہوا اس کے مالہ وماعلیہ پہ سیر حاصل گفتگو کرتا ہے، احاطہ واستیعاب آپ کی تحریر کی ایک نمایاں شان ہے۔

اسلامیات ہو، قرآنیات ہو، سیرت طیبہ اور سوانح عمریاں ہوں، تاریخ ماضی ہو یا حاضر، زبان وادب ہو، تہذیب وثقافت ہو، حالات حاضرہ ہوں، دشمنان اسلام کی ریشہ دوانیاں ہوں، مغربی تہذیب کی استبدادیت ہو، اور اسلام کی تعبیر وتفہیم ہو، کسی بھی موضوع کا حق ادا کرتے ہوئے قلم کی باگ مصنف کے ہاتھ میں ہوتی ہے اور اعتدال وتوازن اور حقیقت نویسی اور واقعیت پسندی کا سرا کبھی نہیں چھوٹتا۔

مولانا کے اسلوب میں بڑی سادگی اور پرکاری ہوتی ہے، قوت تفہیم ایسی کہ کوئی بات فہم سے بالا نہیں ہوتی، مولانا لفظوں کو چباتے نہیں، نہ ہی بتکلف جملوں کو سنوارتے ہیں، آپ کی تحریر کی بے ساختگی میں، خوش مذاقی اور رفتگی وشگفتگی میں فطری جمالیاتی حس کا آمیختہ ہوتی ہے۔ آپ کے طرز انشاء میں سلاست کے ساتھ حلاوت، استواری وپائیداری کے ساتھ حرکیت وعملیت کا حسین امتزاج ہوتا ہے۔

حضرت مولانا کی شخصیت سرحدیں نہیں ناپتی، آپ برصغیر ہند اور عالم عربی میں یکساں طور سے معروف ومقبول ہیں، اپنے مومنانہ وداعیانہ قلم کی پکار وللکار، اپنے تلامذہ کے پھیلاؤ کے تناظر میں آپ بین الاقوامی رجال کار کی صف میں کھڑے ہیں۔

قدرت نے دانائی اور بصیرت، دین وملت کی دردمندی اور سحر خیزی کی دولت سے خوب نوازا ہے، آپ کی ہر سوچ اور نقطہ نظر کا ملجا قرآن کریم ہے، اسی سے آپ کے قلب کی تابانی دو آتشہ ہے، آپ چونکہ ۴۸ رسال اپنے شیخ ومربی، مشفق و

معلم، مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی کی شفقتوں اور معرفت آگاہی کے خنک بار سایہ میں رہے، اس لئے آپ دانائے راز کی منزل تک جا پہونچے، آپ ایک کہنہ مشق ادیب، نباض صحافی اور ایک جہاں دیدہ عالم دین ہیں، آپ کی دراکی ونباضی کے لئے البعث الاسلامی کے اداریئے کی شہادت کافی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت کے لئے دو انتظامات فرمائے ہیں، ایک تو یہ کہ الکتاب نازل فرمائی، دوم برگزیدہ انسانوں کی شکل میں اسوہ ونمونہ دے دیا، قافلہ علم وادب کے مصنف حضرت مولانا سعید الرحمن اعظمی ندوی نے جن مایہ ناز ہستیوں پر قلم کے جوہر دکھلائے ہیں، وہ یقینا بعد والوں کے لئے نمونہ بنیں گے اور اس کی روشنی میں راہ عمل کے تعین میں مدد ملے گی۔

حضرت والا نے اس کم علم کو اس کے چھوٹے منہ سے بڑی بات کہلوانے کا موقع دے کر اپنی بڑائی اور خوردنوازی کا ثبوت دیا ہے......اللہ تعالیٰ ''قافلۂ علم وادب'' کو سرچشمۂ فیض رحمت واستفادہ بنائے اور حضرت ممدوح وموصوف کا سایہ عاطفت ہمارے اور امت اسلامیہ کے سروں پر تادیر قائم رکھے، یہ وقیع تصنیف یقینا قبول عام حاصل کرے گی، اور مشعل راہ کا کام دے گی۔ **وماذلک علی اللہ بعزیز۔**

مخلص

محمد علاء الدین ندوی

(دارالعلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ)

۱۷/۲/۷ ۳ھ

مطابق ۳۰/۱۱/۱۵ء

باب سوم

توصیفی کلمات

”آپ جیسے بزرگوں کی فکری رہنمائی اور علمی تعاون کے بغیر۔۔۔۔۔

بخدمت گرامی

حضرت مولانا ڈاکٹر سعید الرحمن اعظمی ندوی دامت برکاتہم

(مہتمم دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ)

تمام حمد وستائش رب کائنات کے لئے ہے، جس نے انسانوں کے لئے یہ خوبصورت بستی بسائی، سورج اور چاند کے چراغ جلائے اور انسانیت کو ہدایت سے سرفراز فرمایا.........اور بے شمار درود وسلام ہو حجاز کے در یتیم پر، جس نے اونٹوں کے چرواہوں کو تمدن کے بام کمال پر پہونچایا اور انسانیت کو انصاف، بھائی چارہ، مساوات اور امن سے ہم کنار کیا..........نیز بے حد رحمتیں اور سلامتی ہو آپ کے رفقاء عالی مقام پر، جنہوں نے راہ حق میں وفاداری وجانثاری کے ایسے نقوش ثبت کئے، جن کی مثال آسمان کے سایہ میں نہیں دیکھی گئی، رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ

مخدوم گرامی! آج ہم بے حد مسرت اور خوشی کا احساس کر رہے ہیں کہ اس نو آباد بستی میں کاروان علم کا آپ جیسا سالار قدم رنجہ ہوا ہے، جس نے اپنی پوری زندگی علوم اسلامیہ کی تدریس، حق وصداقت کی بے لاگ ترجمانی اور فن وادب کی زلفیں سنوارنے میں گزاری ہے اور جس کی شفقتوں اور عنایتوں نے بہت سے ذروں کو آفتاب بنایا ہے، اور طالبان علوم نبوت جن کی شفقتوں اور عنایتوں کو کبھی بھول نہیں پاتے۔

المعہد العالی الاسلامی حیدرآباد ایک نو قائم شدہ دانش گاہ ہے، جس کا مقصد اسلام کے اصل سرچشموں سے استفادہ کرتے ہوئے خوبصورت زبان وتعبیر کے ذریعہ انسانیت تک پیغام حق کو پہونچانا، علم وتحقیق کے گہر کو تلاش کرنا اور بندگان خدا تک اللہ کے پیغام کو پہونچانے کے لئے افراد تیار کرنا ہے، مقاصد بہت جلیل ہیں، لیکن ہم خدام اسی قدر کوتاہ دست اور کوتاہ فکر، ان حالات میں آپ جیسے بزرگوں کی فکری رہنمائی اور علمی تعاون کے بغیر ہم ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھ سکتے، اس لئے ہمیں امید ہے کہ آپ کے صائب مشورے، نیک تمنائیں اور مستجاب دعائیں ہماری شریک حال رہیں گی۔

ہم سب دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کا سایۂ عاطفت امت اسلامیہ پر عموماً اور علماء پر خصوصاً تادیر قائم رکھے اور آپ کے علوم ومعارف سے ہم سب کو استفادہ کا موقع بھی ملتا رہے اور توفیق بھی، ہم اس زحمت فرمائی کے لئے قلب کی گہرائی سے مکرر شکریہ ادا کرتے ہیں۔ واللہ یمتع المسلمین بطول حیاتک، وللہ الحمد اولاً وآخراً۔

ہم ہیں آپ کے نیازمند

خالد سیف اللہ رحمانی

(ناظم) وجملہ ارکان انتظامی واساتذہ وطلبہ

المعہد العالی الاسلامی حیدرآباد

۱۶/ جمادی الآخر ۱۴۲۹ھ م ۲۱/ جون ۲۰۰۸ء

عالمگیر، ہمہ جہت اور لازوال خوبیوں کا حسین و دلکش پیکر

بعالی خدمت حضرت مولانا ڈاکٹر سعید الرحمن صاحب اعظمی ندوی
مہتمم دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم: امابعد!

ہماری روح کی بالیدگی، عزائم کی بلندی اور تمناؤں کی تکمیل کی اس سے بہتر صورت اور کیا ہوسکتی ہے کہ آج آپ ہمارے اسٹیج کی زینت بن کر ہمارے درمیان جلوہ افروز ہیں، آپ کا آنا مبارک کہ آپ کی آمد سے ہمارے قلب وجگر کی بے قراریاں ختم ہوئیں، دھڑکتے دلوں کو سکون ملا، آپ کی مقدس ہستی کے دیدار سے ہمارے رگوں میں خوشی کی ایک لہر دوڑ گئی اور ہماری آنکھیں ٹھنڈک محسوس کررہی ہیں، اگر آپ ہمیں محروم رکھتے تو یقیناً سیکڑوں دلوں کے جذبات سرد پڑ جاتے، بے شمار انسانوں کے آبگینے ٹوٹ جاتے، امنگیں دم توڑ دیتیں، حوصلے پست ہوجاتے، ہم سبھی آپ کے بے حد شکر گزار ہیں کہ بے پناہ مصروفیت کے باوجود آپ نے ہماری ہلکی سی گزارش کو شرف قبولیت بخش کر ہماری ہمت افزائی کی۔ آج مدتوں کا ارمان پورا ہوا، سیکڑوں دلوں کا آسرا ختم ہوا، ہر طرف نشاط انگیز اور پرکیف ہوائیں اچھل اچھل کر ناچ رہی ہیں۔ پھولوں کی جھرمٹ، فضا کی مسکراہٹ اور مجلس کی چمک دیکھ کر اپنی زبان حال سے کہہ رہی ہیں۔

یہ کون آیا کہ دھیمی پڑ گئی لو شمع محفل کی
پتنگوں کی جگہ اڑنے لگیں چنگاریاں دل کی

آپ کی شخصیت عالمگیر، ہمہ جہت اور لازوال خوبیوں کا حسین و دلکش پیکر ہے۔
آپ ایک جلیل القدر عالم، مایۂ ناز ادیب وانشاء پرداز، علوم اسلامیہ کے ماہر اور علوم ومعارف کا ایسا عمیق سمندر ہیں، جس کی اندرونی سطح قیمتی اور گراں قدر موتیوں سے مالا مال

ہو اور ظاہری سطح ہموار و پرسکون، علم و عمل، ورع و تقویٰ، اخلاص و للٰہیت، تواضع و سادگی، صبر و تحمل، حق گوئی و بیباکی جیسی بے شمار نعمتیں اللہ تعالیٰ نے آپ میں ودیعت کی ہیں، غرض

اسلام کے پاکیزہ خوابوں کی ایک حسین تعبیر ہے تو
ہو ناز مصور کو جس پر سچ ہے کہ وہی تصویر ہے تو

جامعہ عربیہ قاسم العلوم میرٹھ حضرت قاری محمد انوار صاحب کے زیر سایہ یہاں کے اساتذۂ کرام کی سعیٔ مسلسل اور کارکنان کے اخلاص و للٰہیت کی وجہ سے روز بروز ترقی کے منازل طے کر رہا ہے۔ مقامی طلباء کی معتد بہ تعداد کے علاوہ ہر سال بڑی تعداد میں طالبان علوم نبوت دور دراز علاقوں سے آ آ کر اپنی علمی تشنگی بجھاتے ہیں، جس کا لازمی نتیجہ ہے کہ یہاں سے فیض یافتگان کی تعداد سیکڑوں سے متجاوز ہے۔

فالحمد للہ علی ذلک۔ جامعہ عربیہ قاسم العلوم کے ماضی اور حال دونوں تابناک ہیں اور موجودہ کارکردگی اور ترقیات دیکھ کر یہ کہنا مشکل نہیں کہ اگر آپ جیسی شخصیات کی توجہ خاص رہی تو اس کا مستقبل بھی روشن رہے گا۔ انشاء اللہ

اخیر میں ایک بار پھر ہم تمام ذمہ داران مدرسہ کی جانب سے آپ کے شکر گزار ہیں کہ آپ نے تمام تر مصروفیتوں کے باوجود اپنا قیمتی وقت دے کر ہماری حوصلہ افزائی فرمائی خدا کرے کہ آپ کا سایۂ عاطفت ہمارے اوپر تا دیر قائم رہے۔

ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

پیش کردہ

مولانا محمد عمر مظاہری

خادم

جامعہ عربیہ قاسم العلوم کانچ کاپل، احمد نگر میرٹھ

البعث الاسلامی کی تحریریں

مغربی تہذیب وتمدن اور غیر اسلامی روایات وخرافات کے لئے برق بے اماں

گلہائے عقیدت بخدمت ادیب اریب

حضرت مولانا سعید الرحمن صاحب اعظمی ندوی مہتمم دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

محسن وکرم گستر!

آج مدرسہ احیاء العلوم صدیقیہ کی کلی کلی خندہ زن، بوٹہ بوٹہ تبسم ریز، چپہ چپہ شاداں وفرحاں ہے اور یہاں کے ہر فرد کا دل مسرور وباغ باغ ہے کہ آج اللہ نے ہمیں ملت کے ایک غیور ودردمند کی تشریف ارزانی کے شرف بے پایاں سے شاد کام وبہریاب فرمایا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہمارے پاس اس موقع پر نہ تو پرشوکت الفاظ کی وہ بندش ہے اور نہ ہی منظم تراکیب کی وہ چستی جس سے ہم اپنی بے پناہ فرحت ومسرت اور اس ہمایونی سعادت کا اظہار کرسکیں لیکن بقول علامہ اقبالؒ

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے .... کے تئیں آج کے اس مبارک ومشکبار موقع پر ہم بلند سوغات، نیک خواہشات اور پاکیزہ جذبات کی یہ مئے مینا گداز ......عبدالحفیظ جالندھریؒ کے ان الفاظ کے ساتھ پیش کرتے ہیں جو درحقیقت ہماری اتھاہ محبت اور بیکراں عقیدت کے حدی خواں اور دل وارفتہ کے ترجمان ہیں۔

نہ یا رائے سخن سنجی نہ دعوائے زبان دانی
اگر کچھ ماس ہے تو بس عقیدت کی فراوانی

سالار ملت!

عقل زیاں کاریوں، تدبر کی فسوں کاریوں اور فکری کساد بازاریوں کے اس دور پر آشوب میں جبکہ دانشمندان فرنگ کی نکتہ آفرینیوں ولن ترانیوں اور عالمگیر سیاسی

چابکدستیوں نے ملت کے لٹے پٹے قافلۂ نیم جاں پر ایسا شب خون مار رکھا ہے جس نے ملت اسلامیہ اور خصوصاً نئی نسل کے نہالوں کی زندگیوں کو بے سود و پراگندہ اور ان کے مسائل کو ژولیدہ اور ایسا معقد و پیچیدہ بنادیا ہے جس سے دینی غیرت وحمیت، اسلامی روح ومحبت، فکری عظمت ورفعت، صداقت و بطالت، شجاعت و بسالت، عالی حوصلگی، بلند ہمتی اور علمی واخلاقی امتیاز کی حامل ملت کس مپرسی اور انحطاط وتنزلی کا شکار ہوتی جارہی ہے۔ یہ ملت کے لئے ایسا المیہ وٹریجڈی ہے جس نے آپ جیسے غیور وجسور اور دینی درد وحمیت رکھنے والے افراد کو کرب و بے چین اور سراپا سیماب وش بناڈالا ہے۔

یہ ایک ناقابل تردید حقیقت بھی ہے کہ اگر الحاد ودہریت کی ڈاکہ زنی کے اس طوفان بلاخیز اور عیسائیت ویہودیت کی بیخ کنی کے اس سیل سبک گام پر باندھ اور قدغن نہ لگایا گیا اور فکری یلغار کے طوق وسلاسل میں محبوس نسل نو کے افراد کی گلو خلاصی کا کردار ادانہ کیا گیا تو ملت مرحومہ کے حالات مزید ابتر ہونے کے خدشات خدانخواستہ یقین کی صورت اختیار کرسکتے ہیں۔

دردمند ملت! ناگفتنی حالات کی اس ناہنجاری ونابکاری، دلدوز واقعات کی آشفتہ سری اور بے ہنگام شورشوں کی گرم بازاری میں آنجناب اپنے اشہب قلم کی تیز گامی، علم وعمل کی جولانی، فکر ونظر کی بلند آہنگی اور دراک اختر ذہن کی رسائی جست لگا لگا کر تعمیر ملت، اس کی عظمت رفتہ کی بازیافت کا سراغ لگانے اور اس کی عزت ووقار کو بحال کرنے کے ساتھ ساتھ صالح زندگی کے ولولہ شوق انگیز سے بہر کام کرنے اور اس میں پاکیزہ جذبات کے رنگ وآہنگ اور امنگ وترنگ کا صور پھونکنے کا جولا زوال وگراں مایہ اور قابل صد آفرین کارنامہ انجام دے رہے ہیں اور اپنی نرم گفتاری ونوائے شعلہ نفسی سے ملت کو اوج وعروج کے مدارج پر گام فرسا کرنے کا جو کلیدی کردار ادا کررہے ہیں اس نے پوری ملت کو آنجناب کا منت کش احسان بناڈالا ہے۔

معمار نسل نو! آپ کے جواہر فکر کے خریطہ سے بدخشاں لعل اور آبدار گوہر ''البعث الاسلامی'' اور دیگر جرائد ورسائل کے بے جان کاغذوں پر بکھر کر جو جلوہ سامانیاں

وتابانیاں پیدا کررہے ہیں وہ مغربی تہذیب وتمدن اور غیر اسلامی روایات وخرافات کے لئے برق بے اماں ثابت ہورہی ہیں اور تحقیق کے نشتر سے آپ جو ستاروں کا جگر چاک کر رہے ہیں، اس سے جہاں نیم سوختہ جان ملت میں حرکت وحرارت پیدا ہورہی ہے وہیں جہالت وجاہلیت کا غبار بھی چھٹ رہا ہے۔ خدا کرے اس چراغ سے چراغ جلتے رہیں اور اسی طرح نور ونکہت کا سماں پیدا ہوتا رہے اور آنجناب کے ظل عاطفت میں یہ خستہ وریودہ ملت زندگی کی تازگی وتوانائی اور رعنائی وبرنائی سے آشنا وشادکام ہوتی رہے۔

محسن ملت! ''مدرسہ احیاء العلوم صدیقیہ'' جہاں اس وقت آنجناب تشریف فرما ہیں، یہ مصلح الامت حضرت قاری صدیق احمد صاحب باندویؒ کے خوابوں کی تعبیر، مفکر ملت حضرت مولانا سید ابوالحسن علی میاں ندویؒ کے خلوص وصداقت کا آبشار اور آپ جیسے ذی شعور وبلند فکر اکابرین کی سوچ وفکر کا ایسا شاخسان وخیابان ہے جو بیمار ملت کے درد کا درماں اورنہالان نیم جان کے کرب کا مداوا پیش کرنے کی کوشش کررہا ہے۔ آنجناب کی کرم گستریوں وخوردنوازیوں کے تئیں دوآبے کے درمیان اس پسماندہ ودورافتادہ اور شوریدہ سنبل سرزمین پر یہ صفۂ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے اسی کردار کو عملی جامہ پہنانے میں مشغول ہے جس نے درماندہ وغیر متمدن بدوؤں کو ان اسرار وحکم سے آراستہ کیا تھا جن کے سبب انہوں نے وقت کے قیاصرہ واکاسرہ اور نماردہ وفراعنہ کے تختہائے سلطنت کو تاخت وتاراج اور تاج سردار کو پاؤں سے کچل ڈالا تھا۔

عالی مرتبت! آپ سفر کی صعوبت برداشت کر کے تعب وخستگی اور مدقوق جسم کے ساتھ یہاں تشریف فرما ہوئے، یہ ملت سے آنجناب کی فیاضانہ ہمدردی کی بین دلیل ہے، بے سروسامانی کے اس عالم میں ہم آنجناب کی خدمت وضیافت کا خاطر خواہ حق ادا نہ کرنے کے احساس سے گھلے جارہے ہیں اور یہ تصور ہمارے لئے سوہان روح بنا ہوا ہے کہ

آج تو بوریہ ہی حاضر ہے شاہوں کے لئے

معمار ملت! آخر میں ہم پھر آنجناب کی خدمت میں نذرانہ محبت، گلہائے عقیدت اور دل سے نکلے ہوئے الفاظ کی سوغات کا یہ تحفہ پیش کرنے کی جرأت رندانہ کر رہے ہیں امید ہے کہ شرف قبولیت سے باریاب اور اپنی کرم گستریوں سے بہرہ ور فرماتے رہیں گے۔

پیش کردہ

مولانا محمد طاہر قاسمی

مہتمم مدرسہ احیاء العلوم صدیقیہ پٹلوکر ضلع سہارنپور (یوپی)

بموقع عظیم الشان تاریخ ساز اجلاس مدرسہ احیاء العلوم صدیقیہ پٹلوکر سہارنپور

منعقدہ:..................... ۳/اپریل ۲۰۰۳ء بروز جمعرات

فکر ونظر، علم وعمل، فہم وفراست، فضل وکمال، حسن وجمال اور علم ومتانت کا ایک حسین سنگم

بخدمت عالی جاہ خسرو مملکت علم وادب!

حضرت مولانا ڈاکٹر سعید الرحمٰن الاعظمی الندوی دامت برکاتہم

قابل صد احترام مہمان معظم!

آج ہم حضرات والا کی مرنجاں مرنج شخصیت اپنے بیچ موجود پاکر بے حد شاداں وفرحاں ہیں، نیز دارالعلوم کا ذرہ ذرہ اس خوشی کے آبشار میں ڈوبا ہوا ہے، آپ کی قدم رنجہ فرمائی پر ہم خدام دارالعلوم تہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں کہ آپ نے اپنی گوناگوں مشغولیات اور لامتناہی ذمہ داریوں کو ترک کر کے ہمارے ادارے کو زینت بخشی، چونکہ آپ کی ذات ہمارے اعتقاد کے مطابق فکر ونظر، علم وعمل، فہم وفراست، فضل وکمال، حسن وجمال، اور علم ومتانت کا ایک حسین سنگم ہے، جہاں سے وعظ وخطابت، تبلیغ وارشاد، اور صلاح واصلاح کے تیز دھارے ابلتے ہیں، آپ کا جمال علم اور حسن عمل ایک ایسا آب جو ہے جس کا شیریں اور شفاف پانی دلوں کی باد سموم سے جھلستی ہوئی کھیتیوں کو سبزہ زار اور مرغزار بنا دیتا ہے، آپ کی شخصیت تعلیمی وتربیتی میدان میں نیز عربی زبان وادب کو چودہویں صدی کے آغاز میں ایک نئی سمت والبیلا نہج دینے کے حوالہ سے صف اول میں دکھائی دیتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کو انٹیگرل یونیورسٹی لکھنؤ کے چانسلر جیسے عظیم عہدہ پر فائز ہونے کے ساتھ ساتھ ایشیاء کی عظیم دینی درسگاہ دارالعلوم ندوۃ العلماء کے مہتمم اور عالم اسلام کے محبوب ترین مجلہ ''البعث الاسلامی'' کے ایڈیٹر اور بے شمار علمی، دینی، ملی ورفاہی تنظیموں اور اداروں کے سرپرست ہونے کا شرف حاصل ہے۔

عظیم المرتبت مہمان معظم! حضرت والا کی تشریف آوری اہالیان دارالعلوم فیض محمدی کے لئے نعمت غیر مترقبہ ورحمت خداوندی کے مترادف ہے، آں محترم کے سامنے جس علمی باغ وبہار کا خوشنما منظر ہے اور آپ جس گلزار پر بہار میں جلوہ افروز ہیں اس کا ماضی انتہائی ژولیدہ تھا، جسے بہ لفظ دیگر اگر صحرائے لق ودق سے تعبیر کیا جائے تو بے جا نہ ہوگا، فضل ایزدی بانی دارالعلوم حضرت محمد طیب صاحب قاسمی حفظہ اللہ نے اس سرزمین پر اپنا خون جگر نچوڑ کر چمن بندی کی، اس گلشن گہر بار کی شاخوں میں لچک، گلہائے رنگا رنگ میں مہک، انہیں کی رہین منت ہے، اس کے لہلہاتے برگ وشجر کی شادابی، غنچہائے شگفتہ کی دل کشی ورعنائی میں موصوف کے لہو کی رنگت جھلکتی ہے۔

طیب کے لہو کی لالی ہے شامل گلشن کے پھولوں میں
ورنہ ہر جانب سے گھرا ہے یہ کانٹے دار ببولوں میں

مہمان ذی وقار! سرحد نیپال کے ہم سایہ قریہ جات میں سے ہتھیا گڈھ تعلیمی ودینی لحاظ سے ایک پسماندہ وگمنام قریہ تھا، یوں تو اس دیہی علاقہ میں جابجا مدارس اسلامیہ کی کمی نہیں تھی، لیکن اس میں اکثر وبیشتر مکتب کی سطح کے تھے یا پھر معدودے چند تھے بھی، تو تعمیری زاویہ نگاہ سے ضرور بڑے تھے، مگر ان کے خمود وجمود کا عالم یہ تھا کہ وہ طلاطم خیز بحر بیکراں کے مانند اپنے اپنے ساحلوں کے بیچ قید ہو کر تموج وروانی کا زور صرف کرتے رہے اور مخلوق خداوندی قطرہ کو ترستی رہی جس پر یہ مصرع صادق آتا ہے۔

ڈوب کے تیرے سمندر میں پیاسا نکلا

ان حالات میں دارالعلوم فیض محمدی کا قیام نہ صرف ضروری تھا، بلکہ دارالعلوم فیض محمدی نے روز اول سے ہی اپنا مقصد بلند کیا، شاہراہ ترقی پر برق رفتاری کے ساتھ چل کر مشرقی یوپی کی ممتاز دینی درسگاہ کی حیثیت سے اپنا تعارف کرایا، بہ فضل خداوندی دارالعلوم جس تنظیم کے تحت جاری ہے اس کا نام اقرا ایجوکیشنل اینڈ ٹیکنکل فاؤنڈیشن ہے، اقرا ہائی اسکول اس سلسلہ کی ایک اہم کڑی ہے، جس کی ٹھوس اور امتیازی تعلیم کا معیار عوامی

حلقوں میں ضرب المثل بن چکا ہے، جس کا معیاری نمونہ لوگ نقل تک کرنے لگے ہیں ،حال ہی میں منی آئی ٹی آئی کا قیام عمل میں آیا ہے، جس کے لئے یوپی حکومت نے تین ٹریڈوں کی منظوری دی ہے، مزید برآں دارالعلوم کے دیگر شعبہ جات بالخصوص شعبہ نشر واشاعت کا ترجمان ''ماہنامہ احیاء اسلام'' کم عمری کے باوجود اپنی اشاعت میں روز افزوں وسعت حاصل کرتا جارہا ہے۔

مہمان گرامی! اخیر میں تمام اساتذہ وطلبہ وملازمین بلکہ یہاں کا ذرہ ذرہ بہ صمیم قلب عالی جناب کے سپاس مند ہے کہ طویل سفر کی صعوبت سہ کر ہم دورافتادہ خدام کے حوصلہ افزائی کے تئیں قدم رنجہ فرمایا، اور ذرہ ناچیز کو آفتاب عالم تاب کی تابانی بخشی، خداوحدہ لاشریک سے مخلصانہ دعا ہے کہ آں جناب کی والہانہ وابستگی سدا قائم رہے۔۔(آمین)

ایں دعا از من و ازجملہ جہاں آمین باد

بموقع وورود مسعود دارالعلوم فیض محمدی
ہتھیا گڑھ چھپی پور مہراج گنج

وہ آئے گھر میں ہمارے، خدا کی قدرت ہے

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم۔ اما بعد!

لائق صد احترام علماء کرام! ہم اراکین انجمن اسلامیہ دل کی گہرائیوں سے آپ کا پر خلوص استقبال کرتے ہیں، خاص طور سے مہمان خصوصی حضرت مولانا ڈاکٹر سعید الرحمٰن صاحب اعظمی ندوی کا، جنھوں نے عدیم الفرصتی اور عہدۂ اہتمام کے بارگراں کے باوجود ہماری بزم میں تشریف لاکر ہماری حوصلہ افزائی کی، نیز اجلاس کی صدارت فرما کر ہمارے ادارہ کو عروج بخشا، یقیناً آپ کی آمد سے علاقہ میں علم کو فروغ حاصل ہوگا۔

حضرات سامعین! آج ہمارے دل خوشیوں سے لبریز اور منت سپاسی کے جذبات سے لبالب ہیں اور کیوں نہ ہوں کہ ہمارے درمیان ایک ایسی شخصیت جلوہ افروز ہے جس میں گوناگوں کمالات موجود ہیں اور جس کا دل و دماغ ہمہ وقت ملک و ملت کی خوشحالی و ترقی کے لئے کوشاں رہتا ہے، یہی نہیں بلکہ مغربیت کے دلدادہ افراد کو شریعت کی روشنی میں زندگی گزارنے اور ان کی فکر کو صحیح سمت موڑنے کے لئے جدو جہد کرنا جس کا شیوہ بن چکا ہے۔ ایسی ذات کی آمد پر ہم جتنا بھی شکریہ ادا کریں اور جتنی بھی خوشیاں منائیں کم ہے۔

وہ آئے گھر میں ہمارے خدا کی قدرت ہے
کبھی ہم ان کو کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہیں

قابل قدر مہمان خصوصی! ہمارا یہ ادارہ محدود وسائل کے ساتھ بتدریج خدمت دین کی راہ میں رواں دواں ہے اور علاقہ کی ضرورتوں کو پورا کر رہا ہے، البتہ اس وقت اس ادارہ کو ایک وسیع لائبریری کی اشد ضرورت ہے جس میں طلبہ اطمینان سے مطالعہ کر کے اپنی دینی و عصری معلومات میں اضافہ کرسکیں، اس سلسلہ میں عالی جناب سے درخواست ہے کہ خصوصی دعاء فرمائیں، تاکہ تعمیر کا منصوبہ تکمیل کے درجہ میں پہونچ سکے۔

اخیر میں ایک بار پھر شکریہ ادا کرتے ہوئے اللہ کی بارگاہ میں دعا کرتے ہیں کہ آنجناب کو صحت وعافیت سے رکھے اور آپ کے سایۂ شفقت کو ہمارے سروں پر تادیر قائم ودائم رکھے آمین۔

پیش کردہ

ڈاکٹر منور احمد علیگ

نائب ناظم مدرسہ انجمن اسلامیہ انول گورکھپور

بموقع: جلسہ دستار فضیلت واصلاح معاشرہ

بتاریخ: ۱۵/۱۶ ربیع الثانی ۱۴۳۲ھ بمطابق ۲۱/۲۲ مارچ ۲۰۱۱ء

بروز سوموار، منگل

فکر ندوۃ العلماء کے ترجمان اور نسل نو کے عظیم معمار

گلہائے عقیدت

بخدمت گرامی! صاحب فضل وکمال، مدبر قوم وملت

حضرت الحاج مولانا ڈاکٹر سعید الرحمن صاحب اعظمی ندوی حفظہ اللہ

مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ ومدیر البعث الاسلامی

محترم مہمان ذی وقار! بوڑیہ کی اس سرزمین نے جہاں آپ تشریف فرما ہیں ۱۹۴۷ء کے حادثہ فاجعہ کے بعد پنجاب، ہریانہ اور ہماچل کے مرتد مسلمانوں کو قرآن وسنت، ایمانیات وعقائد سے کسی نہ کسی شکل کے ساتھ وابستہ رکھنے میں کلیدی کردار ادا کیا ہے اور یہی اس وقت کا واحد ادارہ ہے، جس سے بلاواسطہ یا بالواسطہ ہریانہ، پنجاب، ہماچل اور مشرقی یوپی کے اکثر حصہ میں تمام مدارس ومکاتب فیض یاب ہورہے ہیں جس کے مؤسس وبانی حضرت الحاج ملاجی محمد عبدالکریم صاحب نوراللہ مرقدہ جو نہ خطیب تھے نہ واعظ، نہ ہی کوئی بڑے عالم دین، لیکن ان میں پیغمبری جذبہ تھا اور دعوت وتبلیغ کی تڑپ تھی، آہ نیم شبی اور مجاہدات سے ان کو خاص طور پر مبدأ فیض سے کام کرنے کا سلیقہ ملا تھا، یہاں کے ماحول میں کام کرنا کسی رسمی عالم ومفتی یا حافظ وقاری کا نہیں تھا، بلکہ یہ پیغمبری اوصاف کے حامل شخص کا کام تھا، اللہ تعالیٰ نے یہ کام اس مرد درویش سے لیا اور انہوں نے دھکے کھا کھا کر اور فقر وفاقہ کو برداشت کرکے، جنگلات اور بیابانوں کا سفر کرکے مسلمانوں کو اسلامی ناموں اور شعائر اسلام کے اظہار پر آمادہ کیا، مساجد کو اصطبل خانہ سے بچانے کے لئے بڑی حکیمانہ کاوشیں فرمائیں، مسلمانوں کو ٹیکہ لگانے، قشقہ کھینچنے، مندروں میں جانے، مورتی پوجا کرنے سے منع فرمایا گیرو پہننے، چوٹا رکھنے، غیر اسلامی تہوار منانے سے روکا، نکاح اسلامی طریقہ پر کرنے

مردوں کوجلانے کے بجائے دفن کرنے، ان کی نماز جنازہ پڑھنے کا اہتمام فرمایا، لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم انہیں یاد کرایا اور ان کی ضروریات کو بھی پوری کرنے کی کوشش فرمائی، غیروں واپنوں کی طرف سے ہر تکلیف کو برداشت فرمایا، ان کے لئے راتوں کو دعا فرماتے، اور دن کے اجالے میں گاؤں درگاؤں جاکر پیسوں کے بجائے بچوں کا چندہ مانگتے، انہیں کی مخلصانہ کاوشوں سے اس کفر والحاد کے ماحول میں مساجد ومدارس آباد ہیں، اور تعلیمات اسلامی زندہ ہیں، قرآن پاک نے اس کی منظر کشی "**أو كالذی مر علی قریة وهی خاویة علی عروشها**" الی آخر الآیة میں فرمائی ہے۔

شورش عندلیب نے روح چمن میں پھونک دی
ورنہ کلی کلی یہاں مست تھی خواب ناز میں

اس قریۃ الصالحین میں ہم ندوۃ العلماء کے عظیم مرد مجاہد، ادب وانشاء، دعوت اسلامی کے دردمند، فکرمند ادیب، بے شمار تنظیموں، تحریکوں، مومنٹ، مدارس ومکاتب، دینی وعصری کالجز کے سرپرست ومربی، مشفق ومخلص داعی حضرت الحاج مولانا ڈاکٹر سعید الرحمٰن صاحب اعظمی ندوی حفظہ اللہ کا دل کی گہرائیوں سے عقیدتمندانہ جذبات کے ساتھ خیر مقدم واستقبال کرتے ہیں۔

پھر زندگی کو مل گیا باد صباء نو   دوشیزگئ گل میں وہی بانکپن ہے آج

گرچہ ہمارے پاس علمی شوکت ہے، نہ تقدس کا جلال، نہ شاہانہ طمطراق ہے، اور نہ کوئی زیبائش، اور نہ ہی ہماری کوئی ممتاز حیثیت، آپ کی تشریف آوری ہمارے لئے اور اس علاقہ کے لئے باعث سعادت ونجابت اور ایک بڑی کامیابی ہے، جس کے اظہار کے لئے ہمارے پاس زبان ہے نہ قلم، صرف احترام وعقیدت اور خلوص محبت کے جذبات سے سرشار ہیں، اللہ تعالیٰ یہاں آپ کی تشریف آوری کو قبول فرمائے ہمیں اور اس علاقہ کو استفادہ وقدردانی کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور صحت وسلامتی کے ساتھ آپ کے سایہ میں تھکی ہاری درماندہ انسانیت کو چین وسکون ملتا رہے۔ آمین

تو مرد میدان تو میر لشکر نوری حضوری تیرے سپاہی

ندوۃ العلماء کے بطل جلیل! ندوۃ العلماء ایک تربیت گاہ، دانشگاہ، مردم گر اور رجال ساز تحریک کا نام ہے جس نے ایک صدی قبل ہی آنے والے فتنوں وتقاضوں کا ادراک کر کے امت کو باخبر کیا اور ان نت نئے مطالبات وتقاضوں سے نبرد آزما ہونے کے نہ صرف طریقے بتلائے، بلکہ پوری خطر پسندی و مہم جوئی کے ساتھ اس کا مقابلہ کیا، قدیم صالحیت وجدید نافعیت کی اصطلاح و پروگرام کے ذریعہ باہم متحارب گروپوں کو قریب کرنے میں کلیدی کردار ادا کیا۔ آنجناب اسی تحریک ندوۃ العلماء کے رکن رکین، بطل جلیل، داعی، اسی فکر کے ترجمان اور اسی نسل نو کے عظیم معمار ہیں۔

عالی مرتبت! ہم یہ بات بخوبی جانتے ہیں کہ آپ کی ذات گرامی تعریف وتعارف سے بالاتر ہے۔ نہ آنجناب اسے پسند کرتے ہیں۔ حقیقت بھی یہی ہے کہ وہ عبقری شخصیت جسے ملکی وغیر ملکی سطح پر بہت سے مناصب واعزازات سے نوازا گیا، جس کی علمی، ادبی اور اسلامی خدمات پر ایوارڈ اور توصیفی اسناد پیش کی گئی ہوں، جس کے تلامذہ بلا واسطہ وبالواسطہ فیض حاصل کرنے والوں کی تعداد انگنت و بے شمار ہو، جس کی موشگافیوں، نکتہ سنجیوں، بے لاگ تبصروں وتجزیوں کو پورا عالم اسلام، عرب وعجم نہ صرف قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہو، بلکہ ان پر عمل پیرا ہو کر حیات تازہ کی نمودہ پیدا کرتا ہو، جس کے نظم وضبط، حزم واحتیاط اور خلوص وشفقت کا زمانہ معترف ہو، جس کے ادب اسلامی کے معطر خزینوں سے وقت کے ادباء وصلحاء خوشہ چینی کرتے ہوں جسے تعلیمات اسلامی کی روایات ودرایات کا امین تصور کیا جاتا ہو، جس کے مشوروں اور تحریروں کے ذریعہ بہت سے مدارس ومکاتب، تنظیموں وتحریکوں کا انتظام وانصرام چلتا ہو، جو عرب وعجم میں یکساں مقبول ہو، جو دینی درسگاہوں وانجینئرنگ کالجز وغیرہ کے لئے یکساں جذبہ رکھتا ہو، ایسی نابغۂ روزگار وشریفانہ ماحول وروایت کی امین ذات گرامی ان مداحی کلمات کو کیسے پسند کر سکتی ہے۔ وہ صرف انسانیت کی تعمیر وتشکیل، قوم وملت کے عروج وارتقاء کے لئے سوچتی، بولتی اور لکھتی ہے۔

معظم ومحترم! انسان کبھی شوق سے لکھتا ہے، کبھی ذوق تقاضہ اسے مجبور کرتا ہے، کبھی تجارتی نقطہ نظر سے اس کا قلم اٹھتا ہے، کبھی اس کا سیال قلم مجلات ورسائل کے اوراق پر کرنے کے لئے چلتا ہے۔ کبھی نام ونمود کے لئے لکھتا اور بولتا ہے۔ لیکن جس کا قلم امت کے درد وکرب اور ملت کے عظیم تقاضوں کے پیش نظر ابل پڑتا ہے اور انسانیت کے متنبہ مسائل اسے کچو کے لگاتے ہیں وہی تحریر ملت اسلامیہ کی دھڑکن بنتی ہے اسی سے حوصلہ ملتا ہے اور اس سے انقلابی کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ آنجناب کی تحریروں میں اس کا نمایاں عنصر ہے۔

جس سے جگر لالہ میں ٹھنڈک ہو وہ شبنم
دریاؤں کے دل جس سے دہل جائیں وہ طوفاں

کرم فرمائے محترم! یہ ادارہ جہاں آپ تشریف فرما ہیں حضرت الحاج ملاجی محمد عبدالکریم صاحبؒ کے صاحبزادے وجانشین حضرت الحاج پیر جی حافظ حسین احمد صاحب مدظلہ کی سربراہی میں تعلیمی، تربیتی واصلاحی مراحل طے کر رہا ہے، اور مادیت کے اس دور میں مخلصین کی جماعت منصب نبوت کے ورثاء اور نبوی سوز وفکر کے امین تیار کرنے میں سر گرم ہے۔ مدرسہ میں اس وقت ۳۶/افراد پر مشتمل عملہ، طلبہ کی کثیر تعداد کی علمی تشنگی کو دور کرنے میں ہمہ تن مصروف ہے۔ پیر جی صاحب کو اللہ تعالیٰ نے خاص خصوصیت ومحبوبیت عطا فرمائی، جس کی بنیاد پر یہاں بہت سے کام ہوتے ہیں، برادران وطن اور افسران قسم کے افراد میں حضرت پیر جی صاحب کے ذریعہ اسلام کا صحیح پیغام پہنچ رہا ہے۔ اس کے برگ وبار ظاہر ہو رہے ہیں۔ اور انشاء اللہ مزید ظاہر ہوتے رہیں گے۔ یہاں تعلیم کے ساتھ تربیت کی کاوشیں بھی ہوتی ہیں، یہاں سے فارغ ہونے والے طلباء مختلف علاقوں میں مدارس ومکاتب اور مساجد میں قرآن وحدیث کی تعلیم کے لئے مصروف خدمت ہیں۔ باری تعالیٰ ہمیں مخلصانہ خدمات کے لئے قبول فرمائے۔ آمین

مخلص وکرم فرما! ہم پھر آخر میں اس ادارہ، اس علاقہ اور یہاں کی مقتدر شخصیات کی طرف سے آپ کا پر جوش استقبال وخیر مقدم کرتے ہیں اور آپ کے لئے دعا گو ہیں کہ

اللہ تعالیٰ صحت وعافیت کے ساتھ آپ کے سایۂ عاطفت کو ہمارے سروں پر تادیر قائم رکھے۔ آمین

گرقبول افتد زہے عز و شرف

منجانب

جملہ اساتذۂ کرام وتمام رفقاء عظام

مدرسہ اسلامیہ قرآنیہ فیض العلوم قصبہ بوڑیہ، ضلع یمنانگر (ہریانہ)

زیرسرپرستی حضرت پیرجی حافظ محمد حسین قادری

بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

فضیلۃ الشیخ الدکتور سعید الرحمن الاعظمی مدظلہ العالی
مہتمم دار العلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ

ضیفنا المحترم! سب سے پہلے ہم خدام جامعہ اسلامیہ قاسم العلوم آپ کی تشریف آوری اور قدوم میمنت لزوم کا تہہ دل سے شکر گزار ہیں۔ اور آپ کے قدم رنجہ فرمانے کو اپنے لئے باعث فخر وعزت سمجھتے ہیں۔

کہاں میں اور کہاں یہ نکہت گل　　نسیم صبح یہ تیری مہربانی

آنجناب کا یہ احسان ہم کبھی فراموش نہیں کر سکتے کہ آپ نے اپنی بے پناہ مشغولیتوں اور غیر معمولی مصروفیتوں کے باوجود ہماری حقیر دعوت قبول فرما کر اس ادارہ کی اور اس کے خدام کی جس قدر حوصلہ افزائی فرمائی ہے اس کے لئے ہم ممنون ومشکور ہیں اور اپنے صحیح جذبات تشکر کو احاطہ تحریر میں نہیں لا سکتے، آپ کی اس ذرہ نوازی اور تشریف آوری سے ہمارے دلوں کے ظلمت کدوں میں اتنے چراغ روشن ہو گئے اور تمناؤوں کے ویرانے میں اتنے رنگین پھول کھل اٹھے جو نظر کی تنگ دامانی کا گلہ کر رہے ہیں۔

دامان نگاہ تنگ وگل حسن تو بسیار

جامعہ اسلامیہ قاسم العلوم قصبہ زمانیہ اپنی اس سعادت پر مسرور وشاداں ہے کہ اسے اپنے مقاصد حسنہ کی براری اور بہترین کامیابی کے لئے آپ جیسی عظیم اور بابرکت شخصیت ملی ہے جس کی صدارت میں آج دہشت گردی مخالف کونشن کرنے کا موقع ملا۔ یہ ادارہ اپنی خوش طالعی پر نازاں وفرحاں ہے۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

نازاں منم کہ ہم چوتوئی قدردان من
نازاں توئی کہ ہم چومن است مدح خوان تو

سحبان الہند! آپ کی ذات فکر ونظر، علم وعمل، فہم ودانش، فضل وکرم، حسن وجمال اور حلم ومتانت کا ایک حسین سنگم ہے، جہاں سے وعظ وخطابت، تبلیغ وارشاد اور صلاح وفلاح کے تیز دھارے نکل کر ہزاروں تشنگان علم کو سیراب کرر ہے ہیں، آپ کا جمال علم اور حسن عمل ایک ایسا جوئے آب ہے جس کا شیریں وشفاف پانی دلوں کی ان تمام اجڑی ہوئی کھیتیوں کو سبزہ زار ومرغزار بنا رہا ہے۔

کون نہیں جانتا کہ آپ نے اپنے تبحر علمی، فکر کی گہرائی، تحریر کی شیفتگی، تعبیرات کی خوش اسلوبی اور طرز نگارش کی حسن وخوبی سے بہت اہم اور پیچیدہ مسائل کو دنیا کے سامنے واشگاف کر دیا اور اپنے فہم وبصیرت اور خوش تدبیری سے حل کر دیا۔ کسے معلوم نہیں کہ آپ کی باطنی صفائی، قلبی پاکیزگی، قوت روحانی اور اخلاقی بلندیوں سے ان گنت چشمے ابل کر ہزاروں پیاسے انسانوں کی تشنگی بجھا رہے ہیں، آپ کی صفائی معاملات، انتظامی امور میں سوجھ بوجھ، سلامت روی، صداقت ودیانت اور اصابت رائے کا کسے اعتراف نہیں، اور کون واقف نہیں کہ آپ کی ان اوصاف کی ضیاباری سے ایک عالم کو روشنی مل رہی ہے اور ہمیں یقین ہے کہ آپ کی علمی وعملی سرگرمیاں ہمارے زخموں کا مداوا ثابت ہوں گی اور آپ کی ذات رہروان حق کے لئے ایک سنگ میل کا درجہ رکھے گی۔

جس سے جگر لالہ میں ٹھنڈک ہو وہ شبنم
دریاؤں کے دل جس سے دہل جائیں وہ طوفاں

ہم خدام جامعہ قاسم العلوم کو ناز ہے کہ ہمارے حق میں اور پوری ملت اسلامیہ کے حق میں آپ شبنم ہیں اور فسق وفجور اور مسلمانوں کے لئے حکومت کی غلط پالیسی کے خلاف آپ ایک زبردست طوفان ہیں۔ اس کے بعد میں آپ کی توجہ ماضی کے جھروکوں کی

طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں، اٹھارہویں صدی انقلاب آفریں اور ہنگامہ خیز صدی تھی، جس میں شہنشاہیت کا آفتاب ڈھلتے ڈھلتے غروب کے قریب پہنچ رہا تھا تو ایک دوسری شہنشاہیت کی صبح کاذب ہندوستان کی مشرق میں صبح صادق بنتی جارہی تھی، اورنگ زیب عالمگیرؒ کی وفات کے بعد وہ قیامت برپا ہوئی کہ شیرازِ ملک کا ایک ایک ورق جدا ہو گیا اور خاتمہ اس فدائے ملک وملت کے شہادت پر ہوا جس کو دنیا سلطان ٹیپو کے نام سے پہچانتی ہے

ان ہی حالات میں حضرت سید احمد شہیدؒ نے شاہ عبدالعزیزؒ سے مکمل تربیت حاصل کر کے ملک کو سفید فام قوم سے آزاد کرانے کا عزم بالجزم کیا۔ اور اپنے سفر حج میں زمانیہ میں دو روز قیام فرمایا۔ رستم علی خان صاحب آپ کے میزبان تھے۔ اور واپسی میں کچھ نقدی رقم اور اپنے ہر دل عزیز بیٹے محمد حسن خان صاحب کو آپ کے قافلہ کے لئے نذر کیا۔ جنہوں نے آپ کے ساتھ جام شہادت نوش فرمایا۔

زمانیہ قیام کے دوران قریب کی جھاڑی میں ایک مجذوب رہتا تھا جس سے ملاقات کے لئے سید احمد شہیدؒ تشریف لے گئے اور اپنے ساتھیوں کو پیچھے چھوڑ دیا۔ مجذوب نے جب سید صاحب کو دیکھا تو بڑی گرم جوشی سے آپ کا استقبال کیا اور بڑی خوش الحانی کے ساتھ حافظ کی غزلیں پڑھیں، جس کا پہلا شعر یہ ہے:

تعالیٰ اللہ چہ دارم امشب
کہ آمد ناگہاں دلدارم امشب

عالی جاہ! آج جہاں جامعہ اسلامیہ قاسم العلوم واقع ہے اور جس جگہ جامع کی مسجد ہے، یہ وہی جگہ ہے جہاں سید صاحبؒ سے مجذوب کی ملاقات ہوئی تھی اور آپ کی یاد میں اس مسجد کا نام احباب انتظام نے جامع الامام الشہیدؒ رکھا ہے، صدیوں گزرنے کے بعد جامعہ اسلامیہ قاسم العلوم کا قیام اور اس جگہ کا انتخاب حضرت سید احمد شہیدؒ کے قدموں کی برکت کی وجہ سے ہوا اور آج بھی آپ کا فیض جاری ہے۔

مخدومنا المکرم! آج پچیس سال سے یہ ادارہ دین وملت کی خدمت انجام دے رہا ہے، جب مصیبت ودقت کی گھڑی سامنے آتی ہے تو احباب انتظام نے محسوس کیا کہ غیب سے مدد آتی ہے اور ساری مصیبت از کار رفتہ ہوجاتی ہے، یقیناً یہ سید صاحبؒ کے قدموں کی برکت کا صلہ ہے، آج کا یہ اجلاس دہشت گردی مخالف کنونشن جس کی آپ صدارت فرمارہے ہیں، ٹھیک اس کے سامنے اس مجذوب کا مزار ہے اور پورا خطہ جو قاسم العلوم کی ملکیت ہے مجذوبؒ اور سید صاحبؒ کے ورود مسعود سے بقعہ نور بنا ہوا ہے:

حضرت والا!...........اے آمدنت باعث خوش بختی ما ذکر تو بود زمزمۂ شادی ما

اب میں اخیر میں بصد خلوص حضرت والا سے یہ درخواست کر رہا ہوں جس کا فیصلہ جامعہ اسلامیہ قاسم العلوم کی مجلس شوریٰ نے آج سے دو سال قبل کیا تھا، لیکن گزارش کی صورت طے نہ ہونے کی وجہ سے تاخیر ہوئی۔ آج بے حد مسرت ہے کہ خدام جامعہ قاسم العلوم اور احباب انتظام وانصرام اور آپ بنفس نفیس موجود ہیں، ہم سب کی خواہش ہے کہ اس خالص دینی وملی ادارہ کی سرپرستی آپ قبول فرمائیں، ہم خدام قاسم العلوم آپ کی سرپرستی میں ترقی کی منزلیں طے کرنا چاہتے ہیں۔

ع گر قبول افتدز ہے عز و شرف

حضرت اقدس:۔ میں ایک بار پھر آپ کی اس مبارک آمد پر اپنے قلوب کی ان گہرائیوں سے ہدیہ تشکر پیش کرتا ہوں، جہاں آپ کی عزت وعظمت، رفعت ومحبت، احترام واکرام اور نیاز مندی کے بے شمار جذبے موجزن ہیں، اللہ تعالیٰ آپ کو ہمیشہ قائم ودائم رکھے اور مسلمانوں کو آپ کی ذات سے استفادہ کے بیش از بیش مواقع فراہم فرمائے آمین۔

ہم ہیں آپ کے خدام جامعہ اسلامیہ قاسم العلوم قصبہ زمانیہ ضلع غازیپور (یوپی)
(بتاریخ ۵ رجون ۸ ۲۰۰ ء بروز جمعرات بموقع دہشت گردی مخالف کنونشن
بمقام جامعہ اسلامیہ قاسم العلوم قصبہ زمانیہ، ضلع غازیپور (یوپی)

باب چہارم

منظوم تأثرات

حرف واقعی

استاذی الکریم حضرت مولانا ڈاکٹر سعید الاعظمی کی خدمت میں

نتیجہ فکر: مولانا رئیس الشاکری ندوی
کتب خانہ علامہ شبلی نعمانی، ندوۃ العلماء

میں سرشار کرم دریا دلی سے ۔۔۔ علاقہ ہے نشاط سرمدی سے
بہت ہے کفش برداری کی دولت ۔۔۔ مجھے دنیا میں کیا لینا کسی سے
کرم اس کا کہ جینا آگیا ہے ۔۔۔ بہت گھبرا رہا تھا زندگی سے
مرے لفظوں اسے مفہوم کر لو ۔۔۔ عبارت ہے وہ حرف واقعی سے
میں ذرہ تھا مجھے سورج بنایا ۔۔۔ مجھے نسبت ہوئی خود آگہی سے

ملا کیا کیا سعید الاعظمی سے
کوئی پوچھے رئیس الشاکری سے

غم تنکیر سے تقریر روشن ۔۔۔ جواں ہے متن شرح آگہی سے
قلم کے زور کو سمت سفر دی ۔۔۔ سجایا مجھ کو میری شاعری سے
اندھیروں نے جھکالی ہیں نگاہیں ۔۔۔ اجالا مجھ کو ایسی روشنی سے
انوکھی دستگیری کے ہنر کا ۔۔۔ عجب رشتہ ہے میری بیکسی سے

نوازش کا خزانہ یاد آیا — کہ شاہی بھی خجل ہے مفلسی سے
رہائی کی تمنا بھی نہیں ہے — کہ میں زنجیر اُس کی طرفگی سے
خدا شاہد وہ میرے کام آیا — مری مشکل ہوئی آساں اسی سے
مرا مخدوم وہ ،میں اس کا خادم — مری عزت اسی کی چاکری سے
خیال اس کا مجھے آرام جاں ہے — کہ خوش رہتا ہوں میں اس کی خوشی سے
اسی کے نام سے ہے نام میرا — ہو اس کا نام میری زندگی سے

پڑھیں مجھ کو جو پڑھنا چاہتے ہیں
عبارت ہوں سعید الاعظمی سے

تأثرات مولانا ابومسعود اظہر غوری ندویؒ

نازش عربی ادب حضرت سعید الأعظمی
فخر جس پر کر رہا ہے ندوۂ دانشوراں
جس کے خطبوں کا ہے پورے ملک میں اک غلغلہ
جذب کر لیتا ہے دل کو جس کا انداز بیاں

ایک عربی شاعر کا تأثر

یا سعید الأعظمی
أنت تسري في دمي

خطابت اور امامت کا تو بس یکتائے کامل ہے

خوشی میں بلبلوں نے جھوم کر یہ گیت گائے ہیں
سعید اعظمی ہم میں جواَب تشریف لائے ہیں

ترے آنے سے گلشن میں یہ کلیاں مسکرائی ہیں
کنول خوشیوں کے مہکے اور راہیں جگمگائی ہیں

چمن میں شاخ گل پر عندلیبیں گنگنائی ہیں
خوشی میں ہم نے راہوں پر تری آنکھیں بچھائی ہیں

یہاں کے بام ودر بھی اب خوشی میں جھوم جائے ہیں
سعید اعظمی ہم میں جواَب تشریف لائے ہیں

خطابت اور امامت کا تو بس یکتائے کامل ہے
فصاحت اور بلاغت اور صحافت پر تو قادر ہے

وجاہت تیرے رخ پر اور تواضع تجھ سے ظاہر ہے
عزائم میں بلندی اور شفقت میں تو ماہر ہے

اکابر ندوۃ العلماء بھی تجھ پر ناز کھائے ہیں
سعید اعظمی ہم میں جو اَب تشریف لائے ہیں

ہمارے رہنما کو یا خداتو شادماں رکھنا
ہم اس کے خوشہ چیں ہیں تو سدا یہ مہرباں رکھنا

علی ندوی کی تحریکوں کا یہ ہے پاسباں رکھنا
سروں پر ان کا سایا تو خدائے آسماں رکھنا

خدا کے در پہ آکے ہاتھ امجدؔ نے اٹھائے ہیں
سعید اعظمی ہم میں جواَب تشریف لائے ہیں

منجانب:۔ محمد مسعود عزیزی ندوی
رئیس مرکز احیاء الفکر الاسلامی، مظفرآباد، سہارنپور

نغمہ تہنیت
بموقع جشن تعلیمی بتاریخ ۱۳؍اپریل ۲۰۰۳ء بروز جمعرات
درمرکز احیاء الفکر الاسلامی، مظفرآباد، سہارنپور

میں گناؤں تیری کیا کیا خوبیاں کیا کیا صفات

محی الدین احمد صدیقی گلفام رامپوری

تری عظمت کے ہیں شاہد ترے خطبات وکتب
کھول کر اک ایک جن میں تو نے عقدہ رکھ دیا

تو نے وہ تابندگی دی ہے صحافت کو یہاں
'بعث اسلامی' کو مانند ستارہ رکھ دیا

میں گناؤں تیری کیا کیا خوبیاں کیا کیا صفات
باکمالوں میں ہر اک نے نام تیرا رکھ دیا

دنگ ہیں اہل زبان تیری روانی دیکھ کر
جستجو نے تیری تجھ میں ایساملکہ رکھ دیا

تیرے علم وفضل میں ہے اک مفکر کی جھلک
اس ہلالی نے کچھ ایسا تجھ میں ملکہ رکھ دیا

تیری کن کن خدمتوں کو یادرکھے گی یہ قوم
کارناموں کا بچھاکر جال ایسا رکھ دیا

اے سعیدالاًعظمی گلفامؔ حاضر در پہ ہے
ہو قبول اب پیش خدمت جو بھی ہدیہ رکھ دیا

سنت اسلاف کا تو ہے مجاہد پاسباں

پھر بہار آئی چمن میں اور گھٹا چھانے لگی
جھولیاں بھر بھر کے رحمت کی صبا لانے لگی

گلستان سرسبز اور اشجار ہیں نکھرے ہوئے
پتیوں پر اوس جیسے لعل ہوں بکھرے ہوئے

محو نغمہ آج ہیں سب طائر ان خوش گلو
اک عجب انداز کی ہے مست کن کوئل کی کو

کس کی آمد کی خوشی میں آج سب سرشار ہیں
ہر کسی کے رخ پہ فرحت کے عیاں آثار ہیں

ہیں سعیدالاعظمی کے نام سے سب باغ باغ
جن کی آمد سے ہوئے ہیں علم کے روشن چراغ

اہتمام ندوۃالعلماء کا تو آئینہ دار
تیرا سینہ ہے علوم دین کا بحر بے کنار

کیا نہیں معلوم تجھ کو آ گئے شیخ اعظمی
کانپتا ہے دہریت کا بھوت جن سے دائمی

تیرے دم سے ہیں منور آج اطراف جہاں
سنت اسلاف کا تو ہے مجاہد پاسباں

ہے مجھے صدنازان پر، ہیں یہ میرے مقتدیٰ
مشکلات مذہب وملت کے ہیں عقدہ کشا

وصف ان کا ہو سکے راحتؔ میں یہ ہمت کہاں
ہوں ملائک تک بھی جن کے آسماں پر مدح خواں

آپ کے خدام
ارباب جامعہ اسلامیہ قاسم العلوم قصبہ زمانیہ ضلع غازیپور
دہشت گردی مخالف کنونشن منعقدہ ۵ / جولائی ۲۰۰۸ء
جامعہ اسلامیہ قاسم العلوم قصبہ زمانیہ ضلع غازیپور

نذر عقیدت بخدمت جناب مولانا سعید الرحمن صاحب اعظمی ندوی

(مہتمم دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ بمناسبت محاضرہ جامعہ سید احمد شہید کٹولی)

سعید الاعظمی کا ذکر ہے سارے زمانے میں
کلیدی نام ہے ندوہ کے برگ وبار لانے میں

انہیں کے نام سے کھلتا ہے ہر قفل در معنی
ہیں رمز کن فکاں اس عہد کے زریں فسانے میں

ہما بھی آج کرتا رشک ہے ان کے مقدر پر
شہسوار ہیں اس سبحہ ٔ مرجاں کے دانے میں

گھرانہ انکا ہے ذی علم وفضل وفکر وفن ساقی
طلائے ناب ہر خورد وبزرگ ہے اس گھرانے میں

نہ پایا میں نے ہر فن مولی کوئی بھی بجز ان کے
معارف کے ہیں دریا بندان کے ہی خزانے میں

سخاوت بھی ہوئی جاتی ہے اب ضرب المثل ان کی
ہوں اکبر میں بھی شاہد ان کی ہر سوغات پانے میں

مثل مشہور ہے لانا ہے جوئے شیر مشکل تر
انہیں حاصل ہے ملکہ جوئے شیر علم لانے میں

انہیں کا درد ہے سوز دروں کے ہر ترانے میں
انہیں کا نام ہے تار نفس کے جھنجھنانے میں

فصاحت اور بلاغت میں ملاقدح معلیٰ ہے
سلاست لے گئی سبقت ہے ان کے ناز اٹھانے میں
توجہ خاص حاصل ہے انہیں مولانا ندوی کی
مشن مولانا ندوی کا بروئے کار لانے میں
ہیں اہل جامعہ اور اہل معہد مرحبا کہتے
قدم لیتے ہیں سر پر فخر سے مہمان خانہ میں ۔

(اکبر علی ندوی)

باب پنجم

مولانا چند علماء اور دانشوروں کی نظر میں

ڈاکٹر سعید الرحمن اعظمی ندوی

جو بیک وقت مقرر، معلم، مؤرخ اور مصلح و مفکر ہیں

میں نے سدا انھیں اپنے دل کے قریب پایا۔

پروفیسر ملک زادہ منظور احمد

آج کے دور میں ایسی شخصیات معدودے چند ہی ہیں جو کہ عصری اور دینی علوم سے بہرہ ور ہونے کے ساتھ قوم اور ملک کے معیار کو بلند کرنے کے لیے اپنی صلاحیتوں کو سنجیدگی سے صرف کرتی ہیں۔ مولانا سعید الرحمن ایک ایسی ہی شخصیت کا نام ہے۔

علم و دانش، تلاش و تحقیق اور عبادت و ریاضت کے ساتھ حسن اخلاق اور شرافت نفس کا خوبصورت امتزاج اگر آپ کو دیکھنا ہے تو وہ مولانا سعید الرحمن کی ذات گرامی ہے۔ میں ہی کیا، مولانا کی حسن کارکردگی کے سبھی معترف و مداح ہیں۔ مولانا موصوف سے میری ملاقاتیں کم ہی رہی ہیں مگر میں نے سدا انھیں اپنے دل سے قریب پایا اور دعاؤں کا طالب رہا ہوں۔ وہ ہمارے بنیادی مذہبی علوم پر قدم جمائے ہوئے اپنے افکار بلند سے ستاروں پر کمند ڈالنے کے خواہاں ہیں تو خدا انھیں کامیابیوں سے ہمکنار کر رہا ہے۔ سربلندیاں اور سرفرازیاں ان کے قدم چوم رہی ہیں۔

مولانا ڈاکٹر سعید الرحمن اعظمی ندوی

کو پانچواں آئی او ایس لائف ٹائم اچیومنٹ ایوارڈ

ڈاکٹر منظور عالم (دہلی)

کانسٹی ٹیوشن کلب میں انسٹی ٹیوٹ آبجیکٹیو اسٹڈیز (آئی او ایس) کے ذریعہ ''اکیسویں صدی میں ہندوستان اور مسلم دنیا'' کے موضوع پر ہورہی دوروزہ بین الاقوامی کانفرنس کے پہلے روز بعد نماز مغرب سابق سپریم کورٹ چیف جسٹس اے ایم احمدی کے زیر صدارت ایک خصوصی اجلاس میں پانچواں آئی او ایس لائف ٹائم اچیومنٹ ایوارڈ بین الاقوامی شہرت یافتہ عالم دین، ادیب اور انٹیگرل یونیورسٹی لکھنؤ کے چانسلر مولانا ڈاکٹر سعید الرحمن الاعظمی الندوی کو پیش کیا گیا، ایک لاکھ روپئے کا چیک سکریٹری جنرل اسلامک فقہ اکیڈمی مولانا خالد سیف اللہ رحمانی، مومنٹو جنرل سکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ مولانا سید نظام الدین اور سپاس نامہ آئی او ایس پروجیکٹ کورآرڈینیٹر شعبۂ مصطلحات مولانا خالد حسین ندوی کے ہاتھوں دیا گیا، اسی موقع پر مولانا سعید الرحمن الاعظمی الندوی پر مبنی دستاویزی فلم کا اجراء بدست جسٹس اے ایم احمدی کیا گیا۔

اپنے تعارفی کلمات میں سابق ڈین عرب اسٹڈیز انگلش اینڈ فارن لینگویجز یونیورسٹی حیدرآباد پروفیسر محسن عثمانی ندوی نے کہا کہ اپنی علمی، تحقیقی، ادبی ودینی اور تعلیمی خدمات کے سبب مولانا سعید اعظمی محتاج تعارف نہیں ہیں، ان کی خدمات کا اعتراف دراصل ہندوستانیوں کی عربی زبان میں ودیگر خدمات کا اعتراف ہے، مولانا نظام الدین نے کہا کہ آئی او ایس کو یہ کریڈٹ جاتا ہے کہ یہ دینی وعصری علوم کی خدمات کے اعتراف میں مختلف شخصیتوں کی پذیرائی ایوارڈ کے ذریعہ کرتا ہے، آئی او ایس چیئرمین ڈاکٹر محمد منظور

عالم نے کہا کہ مولانا موصوف نے جو دینی و تعلیمی خدمات انجام دی ہیں وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہیں اور آئی او ایس نے دراصل اسی کا اعتراف واحترام کیا ہے۔

جسٹس اے ایم احمدی نے مولانا سعید اعظمی ندوی کو دینی و ہم عصری دونوں علوم کا ماہر بتاتے ہوئے کہا کہ یہ ان کی شخصیت کا حسین امتزاج ہے کہ وہ ایک جانب دینی علم کو دینی درسگاہ کے ذریعہ پھیلاتے رہے ہیں تو دوسری جانب ہم عصر وجدید تعلیم کے مرکز انٹیگرل یونیورسٹی کی سرپرستی فرمارہے ہیں۔

مولانا سعید اعظمی ندوی نے آئی او ایس کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا کہ آئی او ایس کا میں یقیناً مشکور ہوں کہ اس نے میری خدمات کی جانب توجہ دی، انہوں نے کہا کہ آئی او ایس جیسا تھنک ٹینک ملت ہی نہیں، پورے ملک کا ایک ایسا قیمتی اثاثہ ہے، جس کی جتنی تعریف کی جائے وہ کم ہے، پروگرام کا آغاز حافظ وقاری نظیر الحسن کی تلاوت کلام پاک سے ہوا، نظامت سپریم کورٹ ایڈووکیٹ مشتاق احمد علیگ نے انجام دی، اس موقع پر وقفہ کے دوران طنز ومزاح کے مشہور شاعر اسرار جامعی نے سامعین کو اپنے کلام سے نوازا۔

قابل ذکر ہے کہ مولانا سعید اعظمی کی پیدائش 14 مئی 1934 کو مئو کے ایک علمی و دینی خانوادہ میں ہوئی تھی، ان کے والد مولانا محمد ایوب اعظمی اپنے عہد کے جلیل القدر علماء اور مقبول ومعروف اساتذہ حدیث میں سے تھے، مئو میں ابتدائی تعلیم کے بعد ندوۃ العلماء لکھنؤ میں اعلی تعلیم حاصل کی، مولانا علی میاں کے زیر تربیت تخصیص ادب وتکمیل ادب کے مدارج طے کئے، بعدازاں عالم عرب کی مشہور تعلیم گاہ بغداد یونیورسٹی کا رخ کیا اور باوقار فیکلٹی کلیۃ التدریب سے منسلک رہے، جہاں علامہ محمد تقی الدین الہلالی المراکشی سے فیض حاصل کیا، عربی رسالہ البعث الاسلامی سے تقریباً ساٹھ سال سے وابستہ ہیں اور دو درجن سے زائد اہم کتابیں تصنیف کی ہیں۔

عیاں رہے کہ اس سے قبل یہ ایوارڈ چار شخصیتوں جناب اے ایم احمدی سابق چیف جسٹس آف انڈیا (2007)، امارت شریعہ بہار واڑیسہ وجھارکھنڈ (2008)، اخلاص الرحمن قدوائی، سابق گورنر بہار مغربی بنگال وہریانہ (2010) اور بی شیخ علی سابق وائس چانسلر گوا اینڈ منگلور یونیورسٹی (2011) کو تفویض کیا گیا ہے۔

(''آئی او ایس'' خبر نامہ ج/ ۱۲ شمارہ ۲، اپریل تا جون، ۲۰۱۳، جمادی الاولیٰ تا رجب ۱۴۳۴ھ)

عربی زبان میں مولانا کی صحافتی خدمات باعث فخر

ڈاکٹر انور جلالپوری

خواص کی رہنمائی آسان ہے، مگر عوام کی رہبری مشکل ہے۔ خواص نکتہ رس بھی ہوتے ہیں اور نکتہ چیں بھی! معتبر و معتمد دانشوری کا اعزاز مخصوص افراد و اشخاص کو بھی مشکل سے ہی ملتا ہے۔ مولانا سعید الرحمن صاحب کو حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی کی حیات میں ندوہ میں اعتبار حاصل ہو گیا تھا۔

ڈاکٹر سعید الرحمن اعظمی ندوی کو زبان و ادب بالخصوص عربی ادب پہ قدرت کی وجہ سے عرب دنیا میں عزت و اکرام اور وقار حاصل ہے۔ عربی زبان میں مولانا کی صحافتی خدمات ہم ہندوستانیوں کے لیے باعث افتخار ہیں۔ مسلمانان ہند کو بیدار کرنے میں ان کی سادہ، سلیس اور سشتہ تحریریں نمایاں کردار ادا کر رہی ہیں۔ مولانا محترم ہماری ملی اور قومی کمزوریوں کو اس طرح اجاگر کرتے ہیں کہ ہم از خود اپنی اصلاح کے لیے آمادہ ہو جاتے ہیں۔

ندوہ کی ترقی اور فروغ کے ساتھ انھوں نے دوسرے اداروں کی سرپرستی کا فریضہ اس طرح انجام دیا ہے کہ ان اداروں میں تعلیم حاصل کرنے والے طلباء کو دین کے ساتھ دنیا اور دنیا کے ساتھ عقبیٰ سنوارنے کی فکر دامن گیر رہتی ہے۔ جس کی واضح اور روشن مثال انٹیگرل یونیورسٹی ہے۔ خدا کا کرم و احسان ہے کہ ابھی اس دنیا میں ایسے بزرگ اور مفکرِ وقت موجود ہیں۔

انٹیگرل یونیورسٹی مولانا کا عظیم روشن کارنامہ ہے

انٹیگرل یونیورسٹی مولانا سعید الرحمن کا بڑا کارنامہ ہے جسے آسانی سے فراموش نہ کیا جا سکے گا۔ مذہبی علوم سے مزین لوگوں سے ہم عموماً مسجد میں امامت، بارات میں لڑکے لڑکی کا نکاح، مدرسہ کے اہتمام و انتظام یا مدرسی کی امید کرتے ہیں مگر مولانا سعید الرحمن اعظمی نے روایتی تصورات کو توڑا۔ وہ دائرے سے نکلے، ایک نیا بلکہ بڑا دائرہ بنایا اور اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے ایک بڑا ادارہ انٹیگرل یونیورسٹی کی شکل میں ملک و قوم کو دیا۔ جسے کسی بھی طرح نظرانداز کرنا آسان نہ ہوگا۔ لوگوں نے اسکول و کالج قائم کیے اور مولانا نے یونیورسٹی بنا ڈالی۔

(ڈاکٹر سلطان شاکر ہاشمی)

جہان علم و ادب کا مخزن

جہان علم و ادب کا مخزن سعید الرحمن اعظمی ہیں
محبتوں کا حسین گلشن سعید رحمن اعظمی ہیں

ہیں قائدانہ صفات ان میں، نہ پوچھو کیا کچھ ہے اور ان میں
وہ نیک طینت، وہ پاکدامن، سعید الرحمن اعظمی ہیں

(رفعت شیدا صدیقی)

مولانا کی تربیت اور سرپرستی کے بغیر میں کچھ بھی نہ تھا

پختہ کار شاعر مولانا رئیس الشاکری ندوی نے بہت صاف طور پر کہا۔ آج میں جو کچھ ہوں وہ حضرت مولانا کی جوتیوں کے طفیل ہوں۔ ان کی سرپرستی اور تربیت کے بغیر میں کچھ بھی نہ تھا۔ وہ اپنے میدان کے منفرد آدمی ہیں۔ وقت کی پابندی کی مثال دی جاسکتی ہے۔ طلباء کے ساتھ شفقت و محبت کا جو انداز ان کے یہاں ہے وہ شاید ہی کہیں اور ہو۔ بغض و کینہ اور حسد جیسی بیماریوں سے اللہ نے استاد محترم کو پاک صاف رکھا ہے۔ دل میں کچھ نہیں رکھتے۔ جو بات جہاں ہوتی وہیں ختم۔ کدورتوں کو پالنا، کثافتوں کو ہوا دینا مولانا محترم کے کردار کے منافی ہے۔

(مولانا رئیس الشاکری ندوی)

حضرت مولانا ڈاکٹر سعید الرحمن اعظمی ندوی حفظہ اللہ

ایک عہد ساز شخصیت

مولانا طارق شفیق ندوی
جنرل سکریٹری آل انڈیا ملی کونسل مشرقی یوپی

اپنے محسن و مشفق استاذ حضرت مولانا ڈاکٹر سعید الرحمن اعظمی ندوی حفظہ اللہ کی تشریف آوری پر مجھے حکم ملا ہے کہ خادم ان کا تعارف پیش کرے، یقینا یہ خدمت میرے لئے ایک بڑی سعادت اور ایک عظیم شرف ہے، کیونکہ حضرت مولانا اعظمی مدظلہ العالی میرے والد حضرت مولانا شفیق الرحمن ندویؒ استاذ دارالعلوم ندوۃ العلماء کے بھی قابل قدر اور لائق احترام استاذ ہیں، جب سے ہوش سنبھالا ہے اپنے گھر میں مولانا اعظمی کا نام اور ان کا ذکر انتہائی ادب واحترام کے ساتھ سنا ہے۔

حضرت مولانا ڈاکٹر سعیدالرحمن اعظمی ندوی صوبہ اتر پردیش کے ایک مردم خیز ضلع اعظم گڑھ کے رہنے والے ہیں، اسی نسبت سے اعظمی ان کے نام کا ایک اہم جز بن گیا ہے، مولانا کا گھرانہ ایک علمی ودینی گھرانہ ہے، ان کے والد محترم حضرت مولانا محمد ایوبؒ حدیث پاک کے اہم اساتذہ میں شمار ہوتے تھے، مفتاح العلوم مئو، دارالعلوم ندوۃ العلماء اور ڈابھیل گجرات کے مدرسہ میں شیخ الحدیث کے منصب عالی پر فائز تھے، ان کے بڑے بھائی مولانا حکیم عزیز الرحمنؒ ایک باغ و بہار شخصیت کے مالک تھے، کئی برس طبیہ کالج دیوبند کے استاذ اور ذمہ دار رہے، ان کی طبی مہارت سے کافی لوگ مستفید ہوئے، مولانا کے چھوٹے بھائی جناب مسیح الرحمن صاحب حفظہ اللہ شبلی کالج اعظم گڑھ میں ایک مؤقر استاذ

کی حیثیت سے تعلیمی وتربیتی خدمات انجام دیتے رہے اوراب انٹیگرل یونیورسٹی کے اہم ذمہ داروں میں سے ایک ہیں، خودمولانا سعید الرحمٰن اعظمی دامت برکاتھم دنیائے اسلام کی نہایت قابل احترام شخصیتوں میں شمار کئے جاتے ہیں۔مولانا اعظمی اس دارالعلوم ندوۃ العلماء کے مہتمم اورانٹیگرل یونیورسٹی کے بانی چانسلر ہیں، دینی تعلیمی کونسل اتر پردیش کے نائب صدر، معہد الفردوس کے ناظم اعلی، عالمی رابطہ ادب اسلامی کے تاسیسی ممبراور درجنوں اداروں کے مشرف وسرپرست ہیں۔

مولانا سعید الرحمن اعظمی ندوی ۱۴/مئی ۱۹۳۴ء میں پیدا ہوئے، مفتاح العلوم سے عالمیت وفضیلت کی ڈگری حاصل کی، اس کے بعد عربی ادب کی تعلیم وتکمیل کے لئے دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کو منتخب کیا، درجہ میں ہمیشہ ممتاز رہے، فراغت کے بعد تدریب المعلمین کے لئے بغداد یونیورسٹی عراق تشریف لے گئے، جہاں علامہ ڈاکٹر محمد تقی الدین ہلالی مراکشی کے زیر تربیت رہے، عراق سے واپسی پر دارالعلوم ندوۃ العلماء کے ذمہ داروں نے آپ کی خدمات حاصل کیں اورآپ مادر علمی سے غیر معمولی انسیت ومحبت اور حضرت مولانا علی میاںؒ سے انتہائی تعلق واحترام کی وجہ سے خوشی بخوشی دارالعلوم کے شعبۂ تدریس وابستہ ہوگئے، تقریبا ۶۰ سال سے تدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں، مولانا طلباء میں ایک بارعب اورقابل احترام استاذ کی حیثیت سے پہنچانے جاتے ہیں، ان کے شاگردوں کی تعداد بلا مبالغہ ہزاروں میں ہے اور وہ ہندوستان ہی نہیں، دوسرے ممالک میں بھی علمی اوردینی خدمات انجام دے رہے ہیں، مولانا کا شماران اساتذہ میں ہوتا ہے جن کی پابندی ضرب المثل ہے اورجن کو دیکھ کر گھڑی ملائی جاسکتی ہے، مولانا دنیائے اسلام کے مشہور وموقر عربی مجلہ البعث الاسلامی کے بانی اڈیٹر ہیں، آپ کو یہ جان کر حیرت ہوگی کہ اس ضخیم اورعلمی رسالہ کے لئے وقیع مواد فراہم کرنے سے لے کر طباعت واشاعت کے سارے مراحل مولانا اکیلے طے کرتے ہیں، تقریبا ۶۰ سال سے یہ عربی مجلہ نکل رہا

ہے، نہ اس کے معیار میں فرق آیا، اور نہ کبھی اشاعت مؤخر ہوئی، ایسے جریدہ کا نکالنا کوئی معمولی کام نہیں ہے، اس کے لئے کئی افراد پر مشتمل عملہ کی ضرورت ہے، لیکن یہ کئی آدمیوں کا کام مولانا خود انجام دیتے ہیں اور اس شان سے انجام دیتے ہیں کہ اس کی وجہ سے درجہ کی پابندی پر کبھی بھی ذرا سا فرق نہیں آیا۔

حضرت مولانا ڈاکٹر سعید الرحمن اعظمی ندوی دار العلوم ندوۃ العلماء کی عظیم الشان مسجد کے امام و خطیب بھی ہیں، یہ خدمت بھی تقریباً ۶۰/سال سے انجام دے رہے ہیں، اتنے طویل عرصہ تک وقت کی ایسی پابندی کہ لوگ حیرت کا اظہار کرتے ہیں، سردی ہو، گرمی ہو، بارش ہو رہی ہو مولانا ٹھیک وقت پر مسجد میں موجود رہیں گے، مولانا مدظلہ جمعہ کو عربی میں جو خطبہ دیتے ہیں اس میں بڑا شکوہ ہوتا ہے اور باہر کے لوگ ٹیپ کر کے لے جاتے ہیں اور اپنے یہاں کے اماموں سے اس طرز بیان اور لب ولہجہ کو اختیار کرنے کی فرمائش اور تاکید کرتے ہیں، ان مصروفیات کے ساتھ ساتھ مولانا تصنیف وتالیف کے میدان میں بھی کسی سے پیچھے نہیں ہیں اردو اور عربی زبان میں دو درجن سے زائد کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں اور کئی کتابیں زیر طبع ہیں، مولانا کی ایک کتاب علم التصریف ندوۃ العلماء کے نصاب میں داخل ہے دوسرے مدرسوں میں بھی یہ کتاب پڑھائی جاتی ہے، عربی زبان میں ان کی خدمات کے اعتراف کے طور پر صدر جمہوریہ ایوارڈ مل چکا ہے اور مدرسہ عالیہ عرفانیہ چوک لکھنؤ نے مولانا محمد احمد پرتاپ گڑھی کے نام سے موسوم ایوارڈ دیا، اسی طرح بمبئی نے حضرت مولانا علی میاں ندویؒ ایوارڈ سے نوازا اور مولانا عبد المجید فرنگی محلی ایوارڈ سے بھی سرفراز کیا گیا۔

مولانا کے بیرون ملک کثرت سے اسفار ہوتے ہیں اب تک سعودی عرب، مصر، شام، عراق، کویت، عرب۔امارات، پاکستان، نیپال، سنگاپور، بنگلا دیش، فیجی، آسٹریلیا، برطانیہ، قطر، اردن اور ترکی اور جنوبی افریقہ کا دورہ کر چکے ہیں، جہاں انہوں نے ندوۃ العلماء

کی بھرپور نمائندگی کی اور اس کے پیغام ومقاصد سے وہاں کے لوگوں کو روشناس کرایا۔

مولانا اعظمی کو مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن حسنی ندویؒ سے بے لوث عقیدت ومحبت تھی اور مفکر اسلام بھی ان پر غیر معمولی شفقت اور اعتماد کیا کرتے تھے، اسی طرح حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ کو بھی مولانا سعید الرحمن اعظمی پر بڑا ناز ہے، اہم امور میں ان سے مشورہ کرتے ہیں اور ان کی رائے کو اہمیت دیتے ہیں، بلکہ اپنے بیشتر کاموں میں انہیں شریک کرتے ہیں، یقینا مولانا اعظمی ندوی کے انتظام وانصرام میں دارالعلوم ندوۃ العلماء کو بڑی تقویت حاصل ہوتی ہے اور طلبا کے اندر تعلیمی، تربیتی، ثقافتی اور اخلاقی اعتبار سے نمایاں تبدیلیاں آتی ہیں، جن کا احاطہ کرنا انتہائی دشوار ہے۔

تو جان بیان، جان غزل، جان قصیدہ
کس منھ سے بیان ہوں ترے اوصاف حمیدہ

(۲۹/اکتوبر ۲۰۱۰ء راشٹریہ سہارا گورکھپور)

اہل زبان مولانا کے اداریوں کا بے چینی سے انتظار کرتے ہیں

حضرت مولانا ڈاکٹر سعید الرحمن صاحب صرف مسجد ومحراب کی زینت، مسندِ درس وتدریس کی رونق، محافل وعظ وخطابت اور تصنیف وصحافت کی رعنائی وبہجت نہیں بلکہ باطل کے طوفان سے ٹکرانے اور نبرد آزمائی کا ہنر جانتے ہیں۔ اور کم وبیش 60 برسوں سے عالم عربی کے محبوب ومقبول اور کثیر الاشاعت مجلہ ''البعث الاسلامی'' کے طاقتور، مؤثر، ساحرانہ اور پرکشش، علمی، تحقیقی، اصلاحی اور دعوتی اداریوں سے ایسا انقلاب لائے ہوئے ہیں کہ عربی خواں وعربی داں ہر ماہ آپ کے افتتاحیہ کو پڑھنے کے لیے منتظر ہی نہیں مضطرب بھی رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کا سایہ دراز فرمائے۔ آمین

(مولانا رحمت اللہ ندوی)

عربی زبان کا ماہر، خطیب اور ادیب

مولانا ڈاکٹر سعید الرحمن اعظمی ندوی کو عموماً لوگ عربی زبان کا ماہر، خطیب اور ادیب مانتے ہیں۔ اردو میں ان کی خدمات کیا ہیں اس سے کم ہی لوگ واقف ہیں۔ اصول پسندی اور وقت کی پابندی نے انھیں دوسروں سے بہت مختلف بنا دیا ہے۔ وہ متضاد صلاحیتوں کے مالک ہیں وگرنہ دارالعلوم ندوۃ العلماء جیسے اہم ادارہ سے وابستگی کے ساتھ ان سے دوسرے بڑے کام ممکن نہ ہو پاتے۔ آپ غور فرمائیں کہ ایک شخص ندوۃ العلماء جیسی اہم دینی درسگاہ کا مہتمم ہے اور وہی شخص ایک عصری درسگاہ کا چانسلر ہے۔ ذمہ داریاں دونوں اہم ہیں۔ خواہ وہ انٹگرل یونیورسٹی کا کارِ منصبی ہو یا دارالعلوم ندوۃ العلماء کا باراہتمام! مولانا محترم کیسے دونوں اداروں کے بیچ توازن برقرار رکھتے ہیں۔ کیسے دونوں خانوں میں فٹ ہیں یہ بات حیران کن ضرور ہے۔ گزشتہ 35 برسوں سے دارالعلوم ندوۃ العلماء کی مسجد میں امامت، علماء وطلباء کے ہجوم میں حالاتِ حاضرہ کے عین مطابق عربی میں خطبۂ جمعہ معمولی باتیں نہیں ہیں کہ جن کا ذکر ہی نہ کیا جائے۔ مولانا محترم کو عربی زبان وادب پر مہارت کے ساتھ عصری علوم میں خصوصی مہارت ہے اور اس خطۂ اعظم گڑھ سے تعلق ہے جس کے متعلق اقبال سہیل نے کہا تھا ع

جو ذرہ یہاں سے اٹھتا ہے وہ نیر اعظم ہوتا ہے

مولانا سعید الرحمن اعظمی ندوی کا عالم عرب میں عزت واکرام ہے تو جدید علوم سے بہرہ ورلوگ بھی ان کا خصوصی احترام کرتے ہیں۔ وہ بیک وقت مقرر، معلم، مورخ اور مفکر و مصلح ہیں۔۔

(رضوان احمد فاروقی)

باب ششم

مولانا محترم کے چند ملفوظات اور بیان کردہ علمی واقعات

احساس ذمہ داری اور مقصدیت کی روح

فرمایا: ''احساس ذمہ داری اور مقصدیت کی روح یہ دونوں چیزیں انسان کے وجود کیلئے آب حیات کا درجہ رکھتی ہیں''۔

انسان جلد باز واقع ہوا ہے:

فرمایا: بارش رحمت ہے، انسان اتنا ناشکرا ہے کہ جب بارش نہیں ہوتی تو کہتا ہے کہ سوکھا ہے کچھ نہیں ہوا، اور بعض حضرات تو سوکھا فنڈ بھی منظور کراتے ہیں اور جب سیلاب آتا ہے تو اس وقت بھی یہی آواز اٹھتی ہے کہ کچھ نہیں ہوا، اس کے لئے بھی خصوصی پیکج منظور کرائے جاتے ہیں۔

اسلامی عبادات اجتماعیت کا مظہر

فرمایا: انسان اکیلے دنیامیں نہیں رہ سکتا، جمعہ، نماز باجماعت اورعیدین میں اسی معاشرت کی طرف ذہن کو متوجہ کیا گیا ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے قبل لوگ قبیلوں میں بٹے ہوتے تھے، آپ نے ایک سوسائٹی قائم کی اور الہی اور انسانی وحدت کی بنیاد پر ایک معاشرہ تشکیل دیا۔

اللہ ہی خلاق عالم ہے

فرمایا: تمام مخلوقات کو جان اللہ ہی نے دی ہے، چیونٹی کی قوت شامہ بہت تیز ہوتی ہے، اتحاد و یگانگت میں اپنی مثال قائم کرتی ہیں، کوے اور چیل کی آنکھیں بہت تیز ہوتی ہیں۔

عافیت سب بڑی نعمت:

فرمایا: سادہ کھانا کھانے میں انسان کم سے کم بیمار ہوتا ہے، مرغن اور ثقیل غذا سے قوت ہاضمہ بھی خراب ہوتا ہے اور انسان مختلف امراض کا شکار رہتا ہے۔

فرمایا: بعض بزرگوں سے منقول ہے کہ عافیت یہی ہے کہ جو کچھ کھایا ہے، صبح کو اس کے فضلات آسانی سے نکل جائیں۔

معاملات کی خرابی کی وجہ غذا میں نزاہت کا نہ ہونا

فرمایا: غذا کے اندر نزاہت نہیں ہوتی ہے تو بہت سے معاملات میں خرابی در کر آتی ہے۔

تعلیم کا مقصد تبلیغ

فرمایا: تعلیم کا مقصد تبلیغ ہے، تبلیغ نام ہے اللہ کے دین کو پہونچانے اور عملی و علمی دونوں اعتبار سے لوگوں کو قائل بنانے کا، کیونکہ دین کی تبلیغ کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی، اور امت کی بھی بعثت ہوئی، شیخ سعدی کے اشعار میں یہ شعر قابل ذکر ہے:

علم چنداں کہ بیشتر خوانی
چوں عمل در تو نیست نادانی

نہ محقق بودنہ دانشمند

چارپائے بروکتابے چند

مثل الذین حملوا التوارة ثم لم یحملوھا کمثل الحمار یحمل أسفاراً (الجمعة)

کامیاب زندگی کے لئے دو اہم شرطیں

(۱) وفاداری (۲) اور پرہیزگاری۔

طلباء کے لئے دو رہنما اصول:

(۱) احتساب (۲) اور اجتہاد

ائمہ مساجد کا مقام ومرتبہ

۲۴/محرم ۱۴۳۱ھ عنوان: ائمہ مساجد کے مسائل اورمتولیان کی ذمہ داریاں والی پریس کانفرس بمقام پریس کلب حضرت گنج منعقد ہوئی، مولانا نے بحیثیت صدر فرمایا:

امام کا مرتبہ بہت بڑا ہے، امام کو اپنے منصب امامت کی قدر کرنی چاہئے۔ اور فرمایا: قرآن مجید وہ کتاب ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمائی، تا کہ لوگوں کو تاریکیوں سے نکال کر نور ہدایت کی طرف لایا جائے۔ اور انھیں بے شمار خداؤں اور انسان نما معبودوں کی غلامی سے ہٹا کر خدائے واحد کی عبادت کی طرف متوجہ کیا جائے اور ظلم سے بچا کر عدل کی طرف لایا جائے۔

- مولانا نے کہا کہ آج پوری نوع انسانی کرب والم میں مبتلا ہے، اور امن وسکون کی کوئی راہ نظر نہیں آرہی ہے، ایسے ماحول میں اللہ کی شریعت کے سوا ہمارا کوئی نجات دہندہ نہیں ہے، آج

باشندگان وطن کے بے شمار مسائل ہیں، امت مسلمہ کے افراد بگاڑ اور بے عملی میں مبتلا ہیں، یہ مدارس کے طلباء اور علماء کی ذمہ داری ہے کہ لوگوں کو قرآن کی آیات پڑھکر سنائیں، سمجھائیں، ان کے عقائد، فکر و عمل اور رسم و رواج کی اصلاح کریں۔

تحدیث بالنعمۃ:

فرمایا: ایک انجینئر خلیل صاحب تھے، وہ پابندی سے میرے خطبۂ جمعہ میں شریک ہوتے تھے، انہوں نے ایک مرتبہ فرمایا کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی اوران کے دیدار سے مستفیض ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سعید الرحمٰن کو گلاب کا ایک پھول پیش کرو، چنانچہ وہ آئے اور نماز جمعہ سے فارغ ہونے کے بعد پھول پیش کیا۔

حد سے زیادہ قانونی ہونے کی خرابی

فرمایا: مجھے ایک واقعہ یاد آرہا ہے جس کو ہمارے مرشد حضرت مولانا علی میاں صاحب مرحوم بیان فرمایا کرتے تھے کہ ایک بڑے مالدار آدمی تھے، ان کو کسی خادم کی ضرورت تھی، انہوں نے اشتہار دیا کہ ہمیں ایک ملازم کی ضرورت ہے جو ہمارے گھر کے کام کاج کر دیا کرے، دکان سے سودا سلف لے آیا کرے اور بچوں کو اسکول چھوڑ آیا کرے۔ چنانچہ یہ بات اشتہار میں چھپی تو بہت سے لوگ انٹرویو کے لئے آئے، ان میں سے ایک صاحب کا انتخاب عمل میں آیا جو مالدار صاحب کو پسند آئے، اب خادم صاحب نے آقا سے کہا کہ صاحب مجھے ایک فہرست بنا دیجئے کہ میری کیا کیا ذمہ داریاں ہیں تاکہ میں مضبوطی کے ساتھ ان پر گامزن رہوں چنانچہ انھوں نے فہرست بنا کر حوالہ کردی کہ یہ سب

کام آپ کو کرنے ہیں، خادم نے کہا کہ لکھ دیجئے چنانچہ مالک نے کہا کہ ٹھیک ہے، مالک نے لکھ کر اس پر دستخط کردیئے اب ملازم نے کہا کہ میں اس کے مطابق کام کروں گا، اس میں نہ کمی کروں گا نہ زیادتی۔ مالدار صاحب نے کہا کہ بالکل ٹھیک ہے۔ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ آقا صاحب گھوڑے پر چڑھ رہے تھے، چڑھتے ہوئے پائے دان میں پیر پھنس گیا اور گھوڑا آگے کو لے کر چلنے لگا، قریب تھا کہ یہ گر جائیں، انھوں نے اپنی مدد کے لئے نوکر کو آواز دی کہ مجھے بچاؤ، اب نوکر جواب دیتا ہے کہ صاحب یہ فہرست ہے اس میں یہ تو لکھا ہوا نہیں ہے کہ اگر گھوڑے پر چڑھتے ہوئے قدم پھنس جائے تو میں بچانے آؤں لہٰذا یہ کام میں نہیں کر سکتا''۔

تکبر دور کرنے کا علاج

فرمایا: حضرت تھانویؒ کے یہاں ایک صاحب آئے، انہوں نے کہا کہ حضرت! بیعت کرلیجئے، حضرت نے فرمایا کہ میں آپ کو بیعت نہ کروں گا، کیونکہ آپ کے اندر کبر کا مرض ہے، انہوں نے کہا: حضرت! اس کے ازالہ کی کیا شکل ہے، فرمایا کہ خانقاہ کے باہر جو عام شاہ راہ ہے، اس پر روزانہ جھاڑو دیا کیجئے، وہ اخلاص نیت کے ساتھ آئے تھے، استفادہ کرنے کا جذبہ تھا، چنانچہ انہوں نے اس کو گوارہ کیا، چند دنوں کے بعد معلوم ہوا کہ لوگ ان صاحب کی بہت زیادہ عزت کرنے لگے، لوگوں میں وہ محترم بن گئے کہ یہ حضرت کے بہت قریب ہیں، اس طرح دوسری سمت سے ان کے اندر عجب کا مرض داخل ہونے لگا، حضرت تھانوی نے ان کی یہ ڈیوٹی تبدیل کردی، اور فرمایا کہ آپ اس کام کو چھوڑ کر وضوخانہ کے تمام لوٹوں میں پانی بھر دیا کریں، اس سے آپ کو فائدہ ہوگا، چنانچہ انہوں نے یہ کام شروع کردیا، بہت ہی درماندہ بنکر، عاجز بن کر، اللہ کا کام کرنا چاہئے، اللہ کا کام ہے، وہ جس سے چاہے لے لے، اور اس کو سعادت مند بنا دے، حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری کے بارے میں سنا ہے کہ حضرت کے یہاں سارا کام ان کے

مسترشدین کیا کرتے تھے، ہر کام میں پیش پیش رہتے، کسی بھی پریشانی کی کوئی شکایت نہیں ہوئی، یہ نتیجہ تھا تواضع اور خاکساری کا۔

اللہ کی عبادت رزق کی ضامن

فرمایا: دنیا میں رزق کا معاملہ سب سے اہم سمجھا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ نے ہر مخلوق کو روزی دینے کا وعدہ کیا ہے، پہاڑ اور پتھر بھی زندہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کی بھی روزی کا انتظام کیا ہے۔ ایک صاحب تھے انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے کس طرح روزی کا انتظام کیا ہے تو دوسرے صاحب نے جواب دیا کہ فلاں پہاڑ پر جائیے اس میں ایک بڑی چٹان ملے گی، اس چٹان کو اگر توڑا جائے تو اس سے ایک چھوٹی چٹان نکلے گی، اس کو بھی اگر توڑا جائے تو اس میں ایک جاندار کیڑا ملے گا، تو معلوم ہوگا کہ اللہ رب العزت کس طرح روزی دیتا ہے، زمین کی تہوں میں اور سمندر کے اندرون میں جو مخلوقات ہیں اللہ تعالیٰ ان کو بھی روزی دیتا ہے۔ ایک مرتبہ صحابہ کرام ایک غزوہ میں تھے، سامان رسد ختم ہو گیا، روزی کی تلاش تھی اللہ تعالیٰ نے سمندر سے خشکی پر ایک بڑی مچھلی پانی کی موجوں سے ڈال دی جس سے صحابہ کرام خوش ہوئے اور اللہ رب العزت کی نعمتوں کا شکریہ ادا کیا، اور دوران قیام اس رزق سے خوب فائدہ اٹھایا۔

سبھی مذاہب نے انسانیت کی تعلیم دی ہے

تمام انسانوں کی تخلیق مٹی سے ہوئی ہے، ہم سبھی حضرات آدم وحواء کی اولاد ہیں، ہم کسی بھی مذہب ودھرم کے ماننے والے ہوں، لیکن آدمیت اور انسانیت کا احترام کرنا ہم سب کی ذمہ داری ہے، سبھی مذاہب نے انسانیت کی تعلیم دی ہے، اور اسلامی تعلیمات میں

تو جگہ جگہ انسانیت کا پیغام ملتا ہے۔

محنت وکوشش کامیابی کی شاہ کلید

افضل ترین معاشرہ انسانوں کا معاشرہ ہوتا ہے، بہتر انسان بننے کے لئے محنت شرط ہے، تبھی طلباء اپنے مقصد میں کامیاب ہوں گے۔

سعید حلبیؒ کا واقعہ

ایک بزرگ تھے سعید حلبیؒ، ابھی سو برس پہلے کا واقعہ ہے، جو دمش کی مسجد میں بیٹھے ہوئے درس دے رہے تھے، اتفاق سے اس دن ان کے پاؤں میں تکلیف تھی، اور وہ پاؤں پھیلائے بیٹھے تھے، اور جیسا کہ قاعدہ ہے کہ استاذ پشت بہ قبلہ ہوتا ہے، اور اس کے شاگرد سامنے ہوتے تھے، اور دروازے سے داخل ہوتے ہیں، اور بیٹھ جاتے ہیں، تو ان کا چہرا دروازہ کی طرف تھا اور پشت قبلہ کی طرف تھی، اور پاؤں دروازے کی طرف پھیلائے ہوئے تھے، اس وقت کا ایک مشہور باشٔ سلطنت مصر خدیوی سلطنت جو ابھی فاروق پر ختم ہوئی ہے، ابھی پندرہ بیس برس پہلے تک موجود تھی، محمد علی پاشا کا بیٹا تھا، ابراہم پاشاوہ اس زمانے میں بڑا سفاک اور جلاد مشہور تھا، وہ شام کا گورنر تھا، اور اس کی سفاکی کے قصے لوگوں کی زبانوں پر تھے، اس کو خیال ہوا کہ میں حضرت کا درس جاکر سنوں اور ملاقات کروں، راستہ ہی وہ تھا، اس لئے پہلے دروازہ کی طرف آیا، سب کو خیال تھا کہ حضرتؒ کو ہزار تکلیف ہو اس موقع پر اپنا پاؤں سمیت لیں گے، اتنی دیر میں کیا ہو جائے گا، لیکن انھوں نے بالکل کوئی جنبش نہیں کی، نہ درس موقوف کیا نہ پاؤں سمیٹا، اسی طرح پاؤں پھیلائے رہے، اور وہ پاؤں ہی کی طرف آکر کھڑا ہو گیا، اب ان کے شاگرد کہتے ہیں کہ ہم بالکل لرزاں وترساں تھے کہ اب کیا ہوتا ہے، کیا ہمارے شیخ کی شہادت ہماری آنکھوں کے سامنے ہوگی؟ یا تذلیل ہوگی، مشکیں باندھ لی جائیں گی اور کہا جائے گا چلو، وہ کھڑا رہا اور وہ

دیر تک درس دیتے رہے، التفات بھی نہیں کیا اور پاؤں بھی نہیں سمیٹا، مگر خدا جانے ان لوگوں کا کیا اثر ہوتا ہے کہ اس نے کچھ کہا نہیں، کوئی سرزنش نہیں کی، کوئی شکایت نہیں کی اور چلا گیا، سننے والی بات جو ہے وہ یہ کہ وہ کچھ ایسا معتقد ہوا کہ اس نے جا کر اشرفیوں کا ایک توڑا غلام کے ہاتھ بھیجا اور کہا کہ شیخ کو میرا اسلام کہنا اور کہنا کہ یہ حقیر نذرانہ قبول فرمائیں، آپ جانتے ہیں، انھوں نے کیا جواب میں کہا؟ یہ آب زر سے لکھنے والا جملہ تھا جو علم کی تاریخ میں ہمیشہ روشن رہے گا، انھوں نے کہا اپنے بادشاہ کو سلام کہنا اور کہنا جو پاؤں پھیلاتا ہے، وہ ہاتھ نہیں پھیلاتا، یا پاؤں ہی پھیلا لے، یا ہاتھ ہی پھیلا لے، ایک ہی کا ہو سکتا ہے، دنیا میں جب میں نے پاؤں پھیلائے تھے میں اسی وقت سمجھتا تھا کہ اب میں ہاتھ نہیں پھیلا سکتا ''ان الذی یمد رجله لا یمد یده'' انہی الفاظ کے ساتھ مؤرخ نے ان کو نقل کیا

اہل اللہ کے یہاں دنیا داروں کا کیا درجہ ہوتا ہے؟

ایک مرتبہ لفٹننٹ گورنر نے مولانا فضل الرحمٰن صاحب سے ملنے کی اجازت چاہی، آپؒ نے لوگوں سے فرمایا کہ: میں تو ایک فقیر آدمی ہوں، ان کے بیٹھنے کا کیا انتظام ہوگا، اچھا ایک کرسی منگا لینا، لفٹننٹ گورنر کی طرف سے تاریخ اور وقت بھی مقرر ہو گیا، اور آپ لوگوں سے یہ کہہ کر بھول گئے، یہاں تک کہ لفٹننٹ گورنر مع اپنے چند حکام کے آموجود ہوئے، سب کھڑے تھے، ایک میم بھی کھڑی تھی، مولاناؒ نے ایک الٹے گھڑے کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ: بی تو اس پر بیٹھ جا۔ لفٹننٹ گورنر نے کچھ تبرک مانگا، آپؒ نے ایک خادم سے فرمایا کہ بھائی! دیکھو میری ہنڈیا میں کچھ ہو تو ان کو دیدو، اس میں کچھ چورا مٹھائی کا نکلا، بس سب کو تھوڑا تھوڑا تقسیم کر دیا، سب نے ادب اور خوشی سے قبول کیا، اور تھوڑی دیر بیٹھ کر اجازت چاہی، اور رخصت ہو گئے، چلتے وقت نصیحت کی درخواست کی، فرمایا کہ: ظلم مت کرنا۔

باب ہفتم

مولانا مدظلہ سے متعلق
مواد کتابوں میں

(۱) ۴۸ رسال شفقتوں کے سائے میں (مولانا سعید الرحمن اعظمی ندوی)

(۲) مساھمۃ الشر العربي فی القرن العشرین مؤلفہ ڈاکٹر اشفاق احمد ندوی

(۳) أعلام الأدب العربي فی الھند مؤلفہ ڈاکٹر جمال الدین فاروقی

(۴) ہندوستان میں عربی زبان وادب کے ممتاز علماء ڈاکٹر یونس نگرامی ندوی

(۵) ڈاکٹر سعید الرحمن اعظمی ندوی ایک مثالی شخصیت سید ازہر حسین ندوی

یونیورسٹیوں میں لکھے جانے والے تحقیقی مقالات:

(۱) مساھمۃ مجلۃ البعث الاسلامی فی ترویج الدراسات والاسلامیۃ: دراسۃ تحلیلیۃ محمد اکرم (جواہر لال نہرو، نیودہلی) زیر نگرانی: پروفیسر محمد اسلم اصلاحی

(۲) دہلی یونیورسٹی میں ایم فل کا مقالہ: ارشد رئیس: سعید الأعظمی: حیاتہ وآثارہ

(۳) الأستاذ سعید الأعظمی الندوی ودورہ فی ترویج اللغۃ العربیۃ والأدب العربي باحث: محمد فرمان ندوی (لکھنؤ یونیورسٹی، زیر نگرانی: پروفیسر: مشیر حسین صدیقی)

(۴) گوہاٹی یونیورسٹی میں مولانا ڈاکٹر عبد المجید کی زیر نگرانی ڈاکٹریٹ کا مقالہ

اردو وعربی خطوط کے چند نمونے

پیغام

الحمدللہ و کفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی!

ہندوستان میں امت اسلامیہ کا وجود ایک عظیم عطائے ربانی ہے، قرن اول کی ابتداء ہی سے یہاں اللہ تعالیٰ نے اسلام کی نعمت ودولت سے اہل ہند کو سرفراز فرمایا، صف اول کے داعیان اسلام یہاں مختلف ممالک اور خاص طور سے جزیرۃ العرب سے تعلق رکھنے والے حضرات آئے۔ اوران کے ذریعہ یہاں اسلام کی روشنی پھیلی اور امت اسلامیہ کے نمائندے پیدا ہوئے اور دعوت الی اللہ کا سلسلہ جاری ہوا۔ اوراسلامی معاشرہ وجود میں آیا ۔ ابتدا ہی سے دینی تعلیم کا نظم قائم ہوا ۔ قرآن کریم کی تعلیم کے ساتھ احادیث کی تعلیم وتشریح کرنے والے پیدا ہوئے ہیں ۔اور مدارس اسلامیہ کا قیام ہوا۔ اور ملک کے مختلف حصوں میں درس گاہوں کی تاسیس وتعمیر کا سلسلہ جاری ہوا، اور اسلامی زندگی کی ذمہ داریوں کو ادا کرنے اور دین کی بنیادی تعلیم کو عام کرنے کا احساس سب کے ذہن میں پیدا ہوا، اور ایک دینی ضرورت کے ماتحت اسلامی مدارس کا پھیلاؤ جس سطح پر بھی ممکن ہوسکا جاری رہا۔

اس کے نتیجے میں اس ملک میں علمائے اسلام کا طبقہ پیدا ہوا اور اسلامی دعوت وتربیت کے حلقے ہر طرف وجود میں آئے۔ اور مراکز دین وتبلیغ ہر جگہ علمائے کرام نے قائم کئے اور اسلامی تعلیم وتربیت کے لئے بڑی تعلیم گاہیں وجود میں آئیں ۔ اور اسلامی مدارس کے قلعے ملک کے طول وعرض میں تعمیر کئے جانے لگے ۔ اور آج بھی اس کا سلسلہ جاری ہے ۔ انہیں مدارس اسلامیہ کے قلعوں میں کتاب وسنت کی تعلیم کے لئے دور دور سے آنے والے طلبہ کو علمائے کرام قیام کی سہولت دیتے ہیں ۔ تاکہ وہ نہایت بے فکری کے ساتھ دینی تعلیم کی اپنی ضرورت کو پوری کرنے کی طرف متوجہ ہوں ، اور اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کے اس دین کو لوگوں تک پہونچا سکیں اور امن واطمینان ، اور اخوت ومحبت کی متاع گم شدہ لوگوں کو مل جائے ۔ اور انسانیت اور علم واخلاق کا علم بلند کرکے وہ اپنی ذمہ داری کو انجام دے سکیں الحمدللہ آج ہمارے ملک میں مدارس اسلامیہ کی تعداد ہزاروں سے زائد

ہے۔ ان سب میں مرکزی تعلیم وتربیت کے مدارس کی تعداد بھی تین ہندسوں سے زیادہ میں شمار کئے جاسکتے ہیں۔ اگر بڑے مدارس اسلامیہ کے ساتھ چھوٹے مدارس ومکاتب بھی شمار کرلئے جائیں تو لاکھوں کی تعداد میں ہونا ایک یقینی امر ہے۔

صف اول میں دارالعلوم دیوبند، مظاہر علوم سہارنپور اور دارالعلوم ندوۃ العلماء کے ساتھ ملک کے طول وعرض میں بے شمار ایسے مدارس اسلامیہ موجود ہیں جو صف اول میں بلاتکلف شمار کئے جاسکتے ہیں۔ اور صرف یہی نہیں بلکہ روز بروز اسلامی مدارس کی تعداد میں اضافہ ہورہا ہے۔ اور یہ ایک نیک فال ہے، اسلامی وجود کو باقی رکھنے کے لئے۔ اگر یہ مدارس نہ ہوتے تو جماہیر امت کو بہت سی ضروری دینی باتوں سے واقفیت نہیں ہوسکتی جو اسلامی زندگی کی صحیح نمائندگی کے لئے بنیادی پتھر کا درجہ رکھتی ہیں، نہ مسجدیں آباد ہوسکتیں، نہ معاشرہ کا اسلامی تشخص قائم ہوسکتا اور نہ گھروں میں ایمان واسلام کی باتیں پائی جاسکتیں، حتی کہ ولادت وموت کے مسائل سے بھی لوگ بے بہرہ رہ جاتے، اور اسلامی اخوت ومحبت کا خاتمہ ہوجاتا۔

اس لئے اگر ان مدارس کو با مقصد بنانے کی مہم بھی بہت اہمیت رکھتی ہے ان کے قیام کی تاریخ، بانیوں کا تذکرہ، اور مجلس تنفیذی اور شوری کے ممبران، ان کا تعارف، نظام تعلیم اور طریقۂ تدریس وغیرہ کو تحقیقی اور علمی انداز سے جمع کرکے ایک تاریخی دستاویز اور ان مدارس کے تعارف کے ساتھ ان کی ڈائریکٹری تیار کرنے کا بیڑہ ـــــــــــــــــــ نے اٹھایا ہے، اور جس عزم خالص اور عظیم مقصد کو بروئے کار لانے کے لئے اس کام کو انجام دینے کا ارادہ رکھتے ہیں وہ نہ صرف قابل تحسین بلکہ لائق رشک ہے۔

دعا ہے اللہ تعالی توفیق کامل اور دولت اخلاص عطا فرمائیں، اور ہندوستان کی اسلامی تاریخ میں اس کی حیثیت ایک سنگ میل کی ہو، آمین۔

وصلی اللہ علی خیر خلقہ محمد وعلی آلہ وصحبہ اجمعین

۲۴ صفر ۱۴۳۶ھ

۱۸ دسمبر ۲۰۱۴ء

راقم

سعید الرحمن اعظمی ندوی

مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ

مدیر البعث الاسلامی، ندوۃ العلماء، لکھنؤ

پہلا نمونہ

تزكية للجامعة الإسلامية العربية (الهند)

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام علي سيد الأنبياء وإمام المرسلين محمد وعلي آله وصحبه أجمعين۔

وبعد فيسرني أن أصادق علي ـــــــــــــ (الهند) قد أنشاها منذ مدة طويلة ـــــــــ أحد كبار علماء الهند ومن محبي سماحة العلامة الشيخ أبي الحسن علي الحسني الندوي رحمه الله، والعاملين معه في مختلف مجالات التعليم والتربية والدعوة الاسلامية۔

رئيس هيئة التدريس فيها ـــــــــــ وكلاهما مندوبا الجامعة۔

إن هذه الجامعة لها دور كبير في تخريج أجيال من العلماء والفقهاء والدعاة والمربين. وهي قائمة علي أهدافها الغالية. ومكبة علي العمل الجاد وهي بحاجة ماسة إلى اتساع وفتح أقسام جديدة وكليات علمية. ومنها كلية التقنية باسم سماحة العلامة الندوي۔

إنها جامعة شعبية لا تعتمد إلا على تبرعات الشعب المسلم. ولذلك فإنها جديرة بالتعاون علي الخير والبر والتقوى ودعم مشاريعها الإنشائية والتعليمية من قبل المهتمين بشئون التعليم والتربية وصيانة العقيدة الإسلامية فى هذه البلاد والمسئولين عن الجهات الخيرية في البلدان الإسلامية العربية۔

أرجو أن لا يذهب هذا النداء سدى يقول الله تعالى: (وما تنفقوا من شيئ في سبيل الله يؤف إليكم وأنتم لا تظلمون)۔

والله يقول الحق وهو يهدي السبيل۔

كتبها بيمينه

۱۴۳۴/۰۶/۱۳ هـ　　سعيد الأعظمى الندوى　　۲۰۱۳/۰۴/۲۵ م

رئيس تحرير مجلة البعث الاسلامى

ندوة العلماء لكناؤ (الهند)

دوسرا نمونہ

الحمد لله رب العالمين و الصلاة و السلام على سيد الأنبياء وامام المرسلين محمدوعلي آله وصحبه أجمعين۔

و بعد ! فانني أصادق علي ------------التي كان قد تم انشاؤها في منطقة -----------(الهند) علي أيديأنجال المحدث الكبير فضيلة الشيخ عبد الجبار الأعظمي (رحمه الله) ' و لما تضايق المكان هناك بكثرة الطلاب ' و اتساع أعمال الجامعة ' قرر أنجاله الكرام ' و على رأسهم فضيلة الشيخ حبيب الرحمن الأعظمي ' نقل الجامعة الى مكان واسع ' يمتد على مساحة ما يقارب عشرين فدانامن الأرض بين "هابوروغازی آباد" فی قرية اسمها" جندل ناغر " بمديرية غازی آباد لولاية أترابراديش ' وهی علي بعد خمسة وعشرين كلو مترامن دلهی۔

واتفق لی أن زرت هذا المكان مع وفد مرافق لی ' فی اليوم الثاني من شهر مايو ٢٠٠٣ م المصادف ٢٩/ من شهر صفر ١٤٢٤ هـ و رأيت بأم عينی مبني الجامعة الذي كان قد تم فيه بناءاربع عشرة غرفة، و الأجزاء الأخري كانت فی دور البناء ' والأراضي الواسعة لا تزال خالية تترقب انشاءأقسام أخری للجامعة

و نحن اذ نزكی هذه الجامعة الاسلامية و القائمين عليها ندعو الله سبحانه و تعالى ان يكتب لها مزيدا من التقدم و الازدهار ' و نستلفت انظار المسئولين الكرام عن الجهات الخيرية الاسلامية و اصحاب الخير و البر و الثراء من المحسنين الكرام الى دعم هذه الجامعة و مشاريعها و تشجيع المسئولين عنها بالتعاون معهم۔

فان الله لا يضيع أجر المحسنين

كتبه بقلمه

سعيد الأعظمي الندوی

رئيس تحرير مجلة البعث الاسلامي

ندوة العلماء لكناؤ (الهند)

٢/٤/١٤٢٤ هـ

٣/٦/٢٠٠٣ م

السيرة الذاتية

١- سعيد الأعظمي الندوي - ابن فضيلة الشيخ المحدث مولانا محمد أيوب الأعظمي

٢- ولد في بلدة مئو في مديرية أعظم كره: ١٤ مايو عام ١٩٣٤م.

دراسته:

٣- تلقى العلوم العربية والاسلامية في جامعة "مفتاح العلوم" بمئو، ثم سافر إلى لكناؤ، والتحق بدار العلوم ندوة العلماء في عام ١٩٥٢م، حيث أكمل دراسته العليا في كلية اللغة العربية وآدابها، ودرس عند سماحة العلامة الشيخ أبي الحسن على الحسني الندوي - رحمه الله تعالى - وأحرز شهادة التخصص في الأدب العربى بالدرجة الأولى في بداية عام ١٩٥٤م.

٤- ارتحل إلى بغداد عام ١٩٥٨م، وقرأ على سعادة الدكتور العلامة محمد تقي الدين الهلالي المراكشي البروفيسور في كلية تربية المعلمين بجامعة بغداد (العراق)، ولازمه ١١ شهرا.

٥- حصل على شهادة الدكتوراة عام ١٩٩٢م، وأعد رسالة الدكتوراة حول "شعراء الرسول ﷺ في ضوء الواقع والقريض" في جامعة ندوة العلماء باشراف سعادة العلامه الشيخ محمد الرابع الحسني الندوي في عام ١٩٩٢م.

حياته العلمية:

★ بدأ حياته العلمية كمدرس لمادة الأدب العربي في جامعة ندوة العلماء، وقد تعين على منصب التدريس بصورة مستقلة في عام ١٩٥٥م الموافق ١٣٧٥هـ.

★ ظل مشرفا إداريا لدارالعلوم ندوة العلماء فى الفترة ما بين ١٩٩١م و١٩٩٣م. وبقى على ذلك عامين وثلاثة أشهر، وتعين عميد كلية اللغة وآدابها في عام ١٩٩٣-إلى نهاية ١٩٩٩م.

★ اختير لمنصب إدارة دارالعلوم التابعة لندوة العلماء لكناء في يناير ٢٠٠٠م بعد رحيل العلامة الشيخ أبي الحسن على الحسني الندوي رحمة الله عليه مباشرة، ولايزال يشغل هذا المنصب بتأييد من الله تعالىٰ وعونه.

★ وشارك في إنشاء وتحرير مجلة "البعث الاسلامى" صديقه الأستاذ الموهوب الشيخ محمد الحسني في صفر عام ١٣٧٥ه الموافق ١٩٥٥م فكان مساعد رئيس التحرير، وآل إليه منصب رئيس تحرير المجلة بعد وفاة فقيد الدعوة الاسلامية الأستاذ محمد الحسنى في عام ١٩٧٨م إلى يومنا هذا.

★ نائب الرئيس لصحيفة "الرائد" النصف الشهرية من أول نشأتها وصدورها في عام ١٩٥٩م، حتى الآن.

★رئيس جامعة انتغرل للعلوم و التقنية بمديرية لكناؤ، وهى جامعة للعلوم والتقنية بصفة رسمية.

★إمام وخطيب بجامع ندوة العلماء منذ أكثر من خمسين عاماً۔

★عضو رابطة الأدب الاسلامي العالمية منذ نشأتها، وقد ظل عضو مجلس الأمناء لها إلى مدة طويلة۔

★المشرف على صحيفة 'تعمير نو'' النصف الشهرية الصادرة من لكناؤ۔

★نائب الرئيس لهيئة التعليم الديني لولاية أترابراديش (الهند)

★يشرف على عدة مدارس وجمعيات إسلامية في الهند ونيبال وغيرهما۔

★عضو دار المصنفين اعظم جراه۔

★عضو هيئة قانون الأحوال الشخصية للمسلمين لعموم الهند

مؤلفاته:

في العربية:

(١) ساعة مع العارفين (في جزئين)

(٢) شعراء الرسول في ضوء الواقع والقريض (ضمن المقررات الدراسية لدار العلوم ندوة العلماء)

(٣) أحمد بن عرفان المجاهد الشهيد

(٤) ندوة العلماء تواجه التحدي الكبير (رسالة وجيزة)

(٥) المحدث حبيب الرحمن الأعظمي رحمه الله

(٦) الدعوة الاسلامية: منجزات، مشكلات وطرق المعالجة

(٧) صور من واقع الدين

(٨) الأدب والاسلام (ماثل للطبع)

(٩) أسباب سعادة المسلمين وشقائقهم (ترجمة وتلخيص)
(١٠) منهج الدعوة في الاسلام
(١١) الحافظ ابن تيمية (ترجمة من الأردوية)
(١٢) صورتان متضادتان (،،)
(١٣) القرن الخامس عشر (،،)
(١٤) القرآن يتحدث اليكم (،،)
(١٥) توزيع الثروة فى الاسلام (،،)
(١٦) محاضرات فى فن التدريس

فى الأردوية:

(١٦) علم التصريف (من المقررات الدراسية بدار العلوم ندوة العلماء)
(١٧) اسوه حسنه كے آئينه ميں (فى مرآة الأسوة الحسنة)
(١٨) اسلام ميں اجتماعيت اور اس كا ادب (الاجتماعية وأدبها فى الاسلام)
(١٩) حضرت مولانا شاه ابرار الحق حقى: ايک تذكره
(٢٠) اسلام اور مغرب
(٢١) اسلامى ثقافت اور ندوة العلماء
(٢٢) تذكره حكيم عزيز الرحمن اعظمى
(٢٣) حضرت حاجى امداد الله مهاجر مكى اور ان كے نامور خلفاء

وله مقالات وبحوث نشرت في الصحف والجرائد والمجلات العالمية وحظيت بالقبول، ومقدمات على عدد لابأس به من الكتب۔ ولاتزال تنشر بفضل الله ومنه۔

رحلاته:

★سافر للحج لأول مرة عام ١٩٥٨ م، ثم على دعوة من وزارة التعليم، ووزارة الاعلام، وهيئة التوعية الاسلامية للمملكة العزيزة عدة مرات۔

★وسافر إلى جمهورية مصر العربية على دعوة من شيخ الأزهر فضيلة الشيخ الأكبر الدكتور عبدالحليم محمود في عام ١٩٧٧ م، وشارك مؤتمرات وندوات كثيرة في الدول العربية وغيرها۔

★سافر إلى العراق، والامارات العربية المتحدة ، ودولة قطر، وجمهورية مصر العربية، والمملكة العربية السعودية، ودولة الكويت، وباكستان وغيرها، له رحلات دعوية إلى دولة نيبال، وسنغافوره، وبنغلاديش، وأشهر مدن الهند حيث يقوم بالدعوة الاسلامية وإبلاغ رسالة الاسلام، وإلى جزائر فيجى، وأستروليا، ودول شرق آسيا، والمملكة المتحدة البريطانية، وتركيا۔

جوائز تقديرية:

★ نال جائزة رئيس جمهورية الهند التقديرية تذكاراً لخدماته في مجال الأدب العربي ١٩٩٣ م۔

★نال جائزة الشيخ محمد أحمد البرتابكدهى في عام ١٩٩٨ م۔

★ نال جائزة هارون رشيد عليغ التذكارية للخدمات الدينية بمبائى في عام ٢٠٠١ م۔

★ نال الجائزة القومية في مجال الآداب من المجلس الاسلامى الهند بلكناؤفي عام١٩٩٨م۔

★ نال جائزة العلامة المحدث الشيخ الجليل حبيب الرحمن الأعظمي، من قبل فضيلة الشيخ المقرى مشتاق أحمد نجل العلامة الشيخ الرباني مولانا محمدأحمدالبرتابكدهى فيسنة ٢٠٠٦م۔

★نال جائزة التعليم باسم جائزة شمس العلماء الشيخ عبد المجيد الفرنجي محلى من المركز الاسلامى في الهند بلكناؤ۔

★نال جائزة مؤسسة زائد بن سلطان آل نهيان للأعمال الخيرية والانسانية بمناسبة افتتاح كلية الشيخزايد للبنات لصاحبها فضيلة الشيخ المحدث محمد الياس الباره بنكوي سنة ١٤٢٩هـ۔٢٠٠٨م۔

★نال جائزة ذكرى الامام السيد أبو الحسن الندويمن قبل المنبر الاسلامي للثقافة والاجتماع، بهيونذي ممبئى الهندسنة ٢٠٠٧م۔

★نال جائزة جامعة نداء الصالحات مظفر نجر لصاحبها الشيخ باب الدين الحسيني ٢٢ مايوسنة ٢٠٠٧م۔

★ نال جائزة سر سيد أحمد التعليمية من مدرسة الاتحاد النموذجية في لكناؤ،سنة ٢٠٠٦۔

★ جائزة المجلس الاسلامي الهندي من لكناؤسنة ١٩٩٨م۔

★جائزة الشيخ محمد احمد البرتابكدهى للصحافة العربية ١٤/فبراير ٢٠١١م

★جائزة فخر الملة والدينمن ادارة جوتهى درشتى لكناؤ ٢٠١٠م

★جائزة العلامة السيد سليمان الندوى للصحافة العربية من مؤسسة المروة لكناؤ عام ٢٠١١ء

★جائزة العلامة عبد الحى الحسنى التعليمية من منظمة خريجى ندوة العلماء ٢٠١٣م

جائزة الانجازات العلمية من معهد الدرسات الموضوعية دهلى ٢٠١٣م

جائزة أبى الكلام آزاد التعليمية من أكاديمية آزاد التذكارية لكناؤ عام ٢٠١٤م

جائزة العلامة الدكتور تقى الدين الهلالى من جمعية الشيخ أبى الحسن على الحسنى الندوى ،بمظفر فور ، بهار ، يوبى الهند (عام ٢٠١٤م)

مرتب کی کتابیں اور ترجمے

عربی ترجمے:

۱۔ الهداية القرآنية: سفينة نجاة للانسانية للشيخ محمد الرابع الحسنی الندوی (۳۲۰صفحة)

۲۔ مسئولية العلماء فی الأوضاع المتغيرة للامام أبی الحسن علی الحسنی الندوي

۳۔ خطر للبلاد كبير ومسئولية المثقفين نحوه للامام أبی الحسن علی الحسنی الندوي

۴۔ العلامة شبلی النعمانی: رائد النهضة التعليمية الحديثة للاستاذ ای، ايج النعمانی

۵۔ فضائل الأعمال: دراسة علمية للشيخ أبی حفصة محمد عبدالله السلفی

۶۔ العلامة عبدالحی اللكنوی: حياته وآثاره للأستاذ طارق رشيد الفرنجی محلی

۷۔ علماء فرنجی محل البارزون وخدماتهم العلمية للاستاذ خالد رشيد الفرنجی محلی

۸۔ جزيرة العرب للشيخ السيد محمد الرابع الحسنی الندوی

عربی واردو کتابیں:

۹۔ الموجز فی أصول التفسير (تلخيص جامع للفوز الكبير فی أصول التفسير)

۱۰۔ صور مشرقة للاسلام (محاضرات لامام الحرم المكی خالد بن علی الغامدی)

۱۱۔ البلاغة الواضحة للأستاذين علی الجارم ومصطفى أمين (تلخيص، تهذيب وتسهيل)

۱۲۔ علامہ سید سلیمان ندویؒ کے تفسیری نکات

۱۳۔ دو ہفتے دیار مقدسہ میں

۱۴۔ خطبات امام حرم

۱۵: مولانا ڈاکٹر سعید الرحمن اعظمی ندوی: شخصیت علمی وادبی خدمات

۱۶: مفردات القرآن للعلامة السيد سليمان الندوی

۱۷۔ تفسير القرآن الكريم للعلامة السيد سليمان الندوی

۱۸۔ المنتخبات العربية: تحقيق وتعليق

(۱۹) مجموعة من النظم: تحقيق وتعليق

(۲۰) نور التفسير (۲۱) سعيد الأعظمی الندوی: حياته وآثاره